لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

عربی زبان حاصل کرنے کی ضرورت

صرف عربی سیکھنا ہمارا مقصد نہیں، یہ ہمارے لئے کوئی امتیاز، فخر اور سعادت کی بات نہیں، کیونکہ عربی زبان مشرق وسطی کے عیسائی اور یہودی ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، ہمیں عربی زبان کو ایک ترقی پذیر اور زندہ زبان کی حیثیت سے اس لئے حاصل کرنا ضروری ہے کہ ہمارے تمام دینی لٹریچر اور اسلامیات کا اصل ماخذ عربی زبان میں ہے، قرآن مجید، حدیث نبویؐ، فقہ اسلامی اور ہمارے تمام اسلاف کے علمی سرمائے سے استفادہ اور عصر حاضر میں اسے پرزور، مدلل اور موثر طریقہ سے پیش کرنے کی غرض سے ہمیں یہ زبان سیکھنی ہے۔ عربی زبان ہمیں اس لئے محبوب و مطلوب ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو عالم انسانیت کی ابدی رہنمائی کے لئے آیا ہے۔ رسول ﷺ کی وہ تعلیمات ہیں جن کی پیروی میں انسانوں کی فلاح اور نجات ہے۔ عربی کو ہم عصری اسلوب میں سمجھنے، بولنے اور لکھنے پر اس لئے بھی زور دیتے ہیں کہ مشرق وسطی کے وہ عرب جن کے آباء واجداد کے ذریعہ اسلام جیسی نعمت ہمیں میسر ہوئی آج قوم پرستی، وطن دوستی، نسلی عصبیت، مغرب زدگی اور الحاد و بے دینی کی راہ پر سرپٹ دوڑ رہے ہیں، ہمیں اس زبان میں کمال حاصل کرکے ان عربوں کو ان کا وہ بھولا ہوا سبق [illegible] جنھیں ان کے آباء واجداد نے ہمیں سکھایا ہے، ہماری یہ کوشش اگر کسی درجہ میں بھی ان کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں [illegible] اور خاتم النبیین محمد ﷺ کے پرچم تلے متحد کرنے میں معاون ثابت ہوئی تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اس مبارک زبان [illegible]

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

سالانہ زر تعاون -/250
۲۵ ستمبر ۲۰۱۱ء
فی شمارہ -/12 ₹

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Vol. No. 48 Issue No.19
Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07
Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
10 September

Mobile: 09415786548
Mohd. Akram Jewellers
Phone: Shop. 0522-2274
® 0522-2616731
محمد اکرم جویلرس
Near Odeon Cinema, Lucknow

New
Ph: 2266786
Sana Jewellers
ثنا جویلرس
Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad
۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳
301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

ثبا اونگ
مینوفیکچرس
ٹیرس اوننگ - ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیموڈینٹ
سل کراسنگ گوری بازار - سروجنی نگر کانپور روڈ - لکھنؤ
Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Md. Aslam : 9415002532
9335628375
Md. Imran : 9838122052
Md. Rehan : 786737094
Shop : 2613736 - 4048340
Res.: 2226177
Akbari Gate : 2268845
سونے چاندی کی دنیا میں ۵۷ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ پروپرائٹر: محمد اسلم
Branch : Nagina Market, Akbari Gate Lko. Mobile : 9839654567 - 9335
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
روغنیات، عرقیات، کولڈ پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
اظہارسن پرفیومرس
IZHARSON PERFUMERS

Designed By : Saleh Mahmood, Lko. Mobile : 8953394667 - 8887078740

Editor Shamsul Haq Nadwi, Printed & Published by Athar Husain
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

جلد نمبر ۴۸ — ۲۵؍ستمبر ۲۰۱۱ء مطابق ۲۶؍شوال المکرم ۱۴۳۲ھ — شمارہ نمبر ۲۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظم عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• امین الدین شجاع الدین

اِس شمارے میں

شعروادب
ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم — رئیس الشاکری ندوی — ۲

اداریہ
قرآنی حقائق سے ہماری غفلت — شمس الحق ندوی — ۳

کعبۂ مقصود
حج - احکام ومسائل اور آداب — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۵

چشم کشا
آزاد دینی مکاتب ومدارس - ضرورت وافادیت — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — ۹

چراغ راہ
طلبائے علوم نبوت کے لیے چند نصیحتیں — ادارہ — ۱۳

فکرونظر
تعلیمی نظام میں تبدیلی قدیم سامراجی منصوبہ — مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ۱۵

حالات حاضرہ
لازمی حق تعلیم قانون اور دینی مدارس — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی — ۱۹

نوائے دل
طلبائے مدارس کے سرپرستوں سے چند باتیں — مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — ۲۲

فقہ و فتاویٰ
سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۲۶

خبر و نظر
عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۷

کاروان علم ودعوت
امت مسلمہ خیر خواہ امت — محمود حسن حسنی ندوی — ۲۹

اپیل
اہل خیر حضرات سے — .... — ۳۲

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250 — فی شمارہ -/12 — ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -/50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد از جلد زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Airosa INTERNATIONAL
ایروسا انٹرنیشنل
اعلیٰ خدمات و بہترین رہنمائی کا قابل اعتماد مرکز
ویسٹرن یونین منی ٹرانسفر
مقامی و بیرونی ہوٹل ریزرویشن
چھٹیوں میں ٹور اور ٹریول کا خاص انتظام
پروپرائٹر
ارشد خان
وزٹ ویزہ، فیملی ویزہ، بزنس ویزہ کی اسٹیمپنگ سروس
IATA
TAFI
Tel.: 0522-4911111 - Mobile : 9305573100 (24x7) - E-mail: airosa@rediffmail.com
G-1, Natraj Complex, 11-B.N. Road, Lalbag, Lucknow- 226001

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس
GEHNA PALACE
میں آپ کا خیر مقدم ہے
Whenever you See Jewellery Think of us
حاجی عبدالروف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)
ایک مینارہ مسجد کے سامنے، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
Phone : 0522-2260433, Mobile : 9415024686

شعر وادب

ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم

(سالانہ تعطیل کے بعد طلبائے دار العلوم ندوۃ العلماء کا مادر علمی سے خطاب)

رئیس الشاکری

ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم
تو ہم کو پا گیا ہے تجھے پا گئے ہیں ہم

اپنی مثال آپ تری صبح تیری شام ☆ آغوش تیری جنت رضواں کا فیض عام
محفل تری حسیں تو دلکش ترا نظام ☆ ممنون تیرے جیسے خریدے ہوئے غلام

ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم
توہم کو پا گیا ہے تجھے پا گئے ہیں ہم

ہم سب ہیں بادہ کش تیرے اور تو ہے میکدہ ☆ تجھ کو قسم ہماری ذرا جوش میں تو آ
پھر کوئی جام اپنی محبت کے یوں پلا ☆ تجھ کو نظر میں لے کے رہیں مست ہم سدا

ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم
تو ہم کو پا گیا ہے تجھے پا گئے ہیں ہم

دامن سے تیرے فیض نبی ہے رواں دواں ☆ ہر شام دلربا تری ہر صبح ہے جواں
ملتا ہے تیری گود میں منزل کا وہ نشاں ☆ کہتے ہیں جس کو اہل نظر وجہ کن فکاں

ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم
تو ہم کو پا گیا ہے تجھے پا گئے ہیں ہم

آئین عاشقی کے خدا را سکھا بھی دے ☆ پردہ حقیقتوں کا ذرا سا اٹھا بھی دے
سویا ہوا یقین دلوں میں جگا بھی دے ☆ آئینہ خلوص کو حسن وفا بھی دے

ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم
تو ہم کو پا گیا ہے تجھے پا گئے ہیں ہم

شاعر رئیس ہی سہی پر خستہ حال ہے ☆ تجھ سے نگاہ لطف کا صرف اک سوال ہے
کچھ دے مگر کسی کو تری کب مجال ہے ☆ جو بھی ہے سب عطائے شہ ذو الجلال ہے

ندوہ تجھے سلام کہ پھر آگئے ہیں ہم
تو ہم کو پا گیا ہے تجھے پا گئے ہیں ہم

☆☆☆☆☆

اداریہ

قرآنی حقائق سے ہماری غفلت

شمس الحق ندوی

مسلمان نسلوں کو دین وعقیدہ سے دور کرنے اور ان کی ایمانی قوت کو، جوان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتی ہے، نکال دینے کے لئے سب سے آسان اور بہتر راستہ ایسا نظام تعلیم جاری کرنا ہے، (جس کی کوشش مرحلہ وار عرصہ سے جاری ہے) جو مسلمان نوجوانوں کے دل ودماغ سے دینی روح، جذبہ اسلامی اور فکر اسلامی یکسر ختم کردے۔

ان میں ایسا مادی نقطۂ نظر پیدا کردے، جو انہیں مادی زندگی کا رسیا اور عارضی اور فانی زندگی کا دلدادہ بنادے، خود اعتمادی جاتی رہے اور اسلامی عقائد وتعلیمات وآخرت کی دائمی اور سدا بہار نعمتوں کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کردے، ایسے ہی جیسے انبیاء کرام کے منکر امتی جو دنیا کے عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے تھے، اپنے نبی سے کہتے تھے کہ تم کہتے ہو کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کئے جائیں گے، آج تک ہمارے مرنے والے باپ داداؤں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہوا۔

حالانکہ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین سو سال تک غار میں سلائے رکھا اور پھر ان کو اٹھایا، یہ دکھانے کے لئے کہ اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردیئے جائیں گے، یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اسلئے دکھائی کہ ان کے زمانہ کا بے دین وطحد بادشاہ اپنے کو خدا کہتا تھا اور قیامت ومرنے کے بعد جینے کے عقیدہ کو غلط کہتا تھا، اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے اصحاب کہف کو سلائے رکھا اور جب اٹھایا تو دینی عقیدہ رکھنے والوں کا دور تھا، منکرین اور مرنے کے بعد جینے کی حقیقت نہ ماننے والوں کو سمجھاتا تھا، چنانچہ جیسا کہ سورۂ کہف میں تفصیل ہے، ان کے غار پر مسجد کے نام سے یادگاری عمارت تیار کی گئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال پر جو نبی برحق تھے اور انھیں کی ملت کے مجدد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو ملت قیامت تک چلے گی، فرمایا: ﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ! آپ مردے کو کس طرح زندہ فرمائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم کو یقین نہیں؟ ﴿أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ اللہ تعالیٰ یقین تو ہے تاکہ دیکھ کر دل بھی مطمئن ہوجائے اور جب ابراہیمؑ نے کہا: اے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا؟ خدا نے فرمایا: کیا تم نے اس بات کو باور نہیں کیا؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں، لیکن (میں دیکھنا) اس لئے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان کامل حاصل کرلے، خدا نے فرمایا کہ چار جانور پکڑوا کر اپنے پاس منگالو اور ٹکرے ٹکڑے کرادو پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھوادو، پھر ان کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ خدا غالب اور صاحب حکمت ہے۔ (سورہ بقرۃ/ ۵۹) یا اس طرح اس شخص کو (نہیں دیکھا) جسے ایک گاؤں میں جو اپنی چھتوں پر گرا پڑا تھا گذرنے کا اتفاق ہوا، تو اس نے کہا کہ اس کے (باشندوں کو مرنے کے بعد خدا کیونکر زندہ کرے گا؟ تو خدا نے اس کی روح قبض کرلی (اور) سو برس تک (اس کو مردہ رکھا) پھر اسکو جلا اٹھایا اور پوچھا تم کتنا عرصہ (مرے) رہے ہو؟ اس نے جواب دیا، ایک دن یا اس سے بھی کم۔ خدا نے فرمایا: (نہیں) بلکہ سو برس (مرے) رہے ہو اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ (اتنی مدت میں مطلق) سڑی بسی نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھو وہ (جو مرا پڑا ہے) غرض (ان باتوں سے) یہ ہے ہم تم کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور وہاں گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کو کیونکر جوڑے دیتے ہیں اور ان پر کس طرح گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں، جب واقعات اس کے مشاہدہ میں آئے تو کہہ اٹھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ

(موضح القرآن میں وضاحت اور تفسیر ہے کہ یہ شخص حضرت عزیر پیغمبر تھے)۔
خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ [سورہ بقرہ/۵۸]
اسی طرح سورۂ آل عمران کی آیت ۴۹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے اور دوسرے خرق عادت واقعات بیان ہوئے ہیں۔
سورۂ کہف آیت ۳۲ تا ۴۲ میں بڑی تفصیل سے ایک صاحب ثروت اور مالدار شخص کے غرور وخدا کے انکار کا واقعہ بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے،
وہ اپنے مومن ساتھی کو حقارت کے ساتھ مخاطب کرتے اور اپنی امیری وبڑائی پر نازاں وانکار آخرت کی باتیں کرتا، اپنے باغوں وکھیتوں میں داخل
ہورہا ہے اور اس نشہ میں یہاں تک کہہ جاتا ہے کہ اگر آخرت کی زندگی ہوئی جیسا کہ تم کہتے ہو تو مجھ جیسے امیر وکبیر کو وہاں ذلیل ہونا پڑے گا کچھ گھنٹوں کے
بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے منکروں کی عبرت کے لئے اس کے سارے باغات وکھیتی باڑی کو برباد کر کے رکھ دیا اور وہ ہاتھ مل کر رہ گیا، کاش!
میں خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا، اس مصیبت کے وقت اس کی کوئی مدد نہ کر سکا۔
ان کھلے ہوئے حقائق اور قرآن کریم میں دیگر تباہ شدہ قوموں کے ذکر کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان مستشرقین کی مکاریوں اور حالات حاضرہ کی
ایمان سوز دجالی تہذیب کے فریب میں آتا ہے اور بسا اوقات ایسے لوگ دین کا مذاق اُڑاتے ہیں تو ان پر بڑا ترس آتا ہے کہ ان قرآنی وضاحتوں کے
باوجود جس کا ہلکا سا نمونہ اوپر بیان کیا گیا، کس طرح اندھے بہرے ہو کر بے سوچے سمجھے، تہذیب جدید پر فریفتہ ہو کر ہدایت کے بعد گمراہی کے غار میں
پھاندنے پر کمر بستہ ہیں۔
موجودہ ظاہری چمک دمک نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ان دجالی فتنوں سے ہماری اور آنے والی نسلوں کی
حفاظت فرمائے، اقبال مرحوم کے مبنی برحقیقت اس شعر پر قلم روکتا ہوں ؎

مے خانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں
دیتے ہیں سرور اول لاتے ہیں شراب آخر

☆☆☆☆☆

ایک یادگار اور مؤثر دعا

[نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی عازم حج ہوئے، تو منجملہ دوسرے مقامات کے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ مولانا شاہ نیاز احمدؒ کی خدمت میں فیض آباد بھی پہونچے، ان کا قیام کویلوں کے چھپر کے نیچے تھا جس کے سامنے مٹی کا ایک چبوترہ میدان میں تھا، جس پر بوریا بھی پرانا تھا، گرد سے بھرا ہوا تھا، بیٹھنے کی جگہ اس کے سوا تھی بھی نہیں اور شاہ صاحب نے صدر الصدور امور مذہبی حیدرآباد کو اسی چبوترہ پر بیٹھ جانے کا اشارہ بھی فرمایا، بے تکلف بغیر کسی جھجک کے بشندہ پیشانی وہ اس چبوترے پر اپنی قیمتی شیروانی کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر شاہ صاحبؒ سے دعا کی درخواست کی، شاہ صاحبؒ نے ہاتھ اٹھایا اور پھر فرمانے لگے:]

"بار الٰہا! یہ حبیب الرحمٰن خاں شروانی تیرا ایک بندۂ ناچیز ہے۔
بار الٰہا! جب اس پر ناگزیر وقت آجائے، سانس اکھڑ رہی ہو تو اس کی امداد فرمائی جائے۔
بار الٰہا! جب کفن پہنا کر اس کے تابوت کو لے چلیں، تو اپنی رحمت کا سایہ اس پر ڈال اور جب گور کے خلوت خانہ میں حبیب الرحمٰن خاں کو لوگ رکھ کر واپس آجائیں اور غریب وہاں تنہا رہ جائے تو اپنی رحمت، اپنے کرم سے روشنی پیدا فرما، قوت بخش کہ نکیرین کے سوال وجواب میں یہ بے چارہ ثابت قدم رہے۔
بار الٰہا! جب حشر کا میدان قائم ہو اور بڑے چھوٹے پتنگوں کی طرح ادھر اُدھر مارے پھرتے ہوں تو اس وقت بیچارے حبیب الرحمٰن بھیکم پور والے کی دستگیری فرما، اس کے گناہوں کو بخش دے اور بجائے جہنم کے اس کو تیرے فرشتے جنت کی طرف لے جائیں!!
اے اللہ! اس غریب پر اس کے حج وزیارت کے سفر کو آسان فرما۔"

حج - احکام ومسائل اور آداب

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حج کی فرضیت

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ، اسی طرح حج، اس کی فرضیت قرآن شریف، حدیث شریف، اجماع اور عقل ہر طرح سے ثابت ہے، اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے، ہر اس شخص پر جو آزاد، عاقل بالغ، تندرست ہو اور اس کے پاس اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اتنا زائد ہو کہ اس سے مکہ مکرمہ جانے آنے اور دوران سفر کے اخراجات پورے ہوسکیں، عمر میں ایک بار فرض ہوتا ہے، جس کی ادائیگی زندگی بھر میں ضروری ہوتی ہے، حج کی استطاعت کے ہونے کی صورت میں بھی حج نہ کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت برا قرار دیا گیا ہے، اور اس پر بڑی وعید آئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾. (آل عمران:۹۷)

اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر، حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جس نے کفر وانکار کیا تو اللہ غنی ومستغنی ہے تمام جہاں کے لوگوں سے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اس کو جلدی کرنا چاہئے"۔ اور فرمایا: "جس شخص کو کسی ضروری حاجت یا مرض شدید یا ظالم بادشاہ نے نہیں روکا اور وہ بلا حج مرگیا تو اس کی مرضی جو چاہے کرے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر"۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج کا نہ کرنا کفر کی طرح کی بات ہے اور حدیث شریف سے کھلا ہوا اشارہ مل رہا ہے کہ حج کا نہ کرنا گویا اسلام سے رشتہ ناطہ توڑ دینا یا اسلام سے بے تعلقی کے مرادف ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ان فرمودات کے بعد کسی مسلمان کے لیے حج ترک کرنے یا اس کی ادائیگی میں سستی وکوتاہی کرنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے، بہت ڈرنے کی بات ہے، حج کی استطاعت ہوتے ہی کسی بھی مسلمان کے لیے زیبا نہیں کہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کرے، کیونکہ خدانخواستہ اگر حج نہ کرسکا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کتنا افسوس ناک مقام ہوگا۔

حج کے فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے حج کیا، اور اس میں جماع، فحش باتوں اور گناہوں سے بچا رہا تو وہ ایسا پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسا کہ وہ پیدا ہونے کے وقت بے گناہ تھا"۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو حاجی سوار ہو کر حج کرتا ہے، اس کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے لکھی جاتی ہیں"۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ: "حج میں خرچ کرنے کا ثواب جہاد میں خرچ کرنے کے ثواب کے برابر ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دونوں عمروں کے درمیان ہوں اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے"۔

عمرہ وحج کا فرق

عمرہ چھوٹا حج ہے، اس لیے اس کو حج اصغر بھی کہا جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں حج کو حج اکبر سے تعبیر کیا جاتا ہے، عمرہ اور حج میں فرق یہ ہے کہ حج میں جتنی شرطیں ہیں، اور وہ جتنی تفصیل سے ضروری ہیں، اتنی عمرہ میں نہیں ہیں، عمرہ سال کے کسی بھی حصہ میں ہوسکتا ہے، سوائے صرف ان چار پانچ دنوں کے جن میں حج کا وقت مقرر کیا گیا ہے، لیکن حج صرف اپنے مقررہ دنوں میں کیا جاسکتا ہے، عمرہ میں منیٰ، مزدلفہ، عرفات جانے اور وہاں کے شعائر ادا کرنے کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے، اس میں صرف طواف اور سعی کافی قرار دی گئی ہے، جب کہ حج میں ان مذکورہ جگہوں پر بھی جانا اور وہاں کے شعائر ادا کرنا ضروری ہے اور عرفات کی حاضری کے بغیر تو حج ہوتا ہی نہیں۔

حج مبرور

حج مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہو، علماء کہتے ہیں کہ اللہ کے یہاں مقبول حج ہی کا نام حج مبرور ہے، بعض کہتے ہیں کہ جس میں نام ونمود اور دکھاوا نہ ہو وہ حج مبرور ہے، بہر حال حج کی جو بہترین اور اعلیٰ قسم ہوسکتی ہے وہ حج مبرور ہے،

ہر مسلمان کو دعا اور کوشش کرنی چاہیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ حج مبرور کی سعادت عطا فرمائے، آمین۔

حج کی ادائیگی کب صحیح ہے

۱۔ صحیح یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جائیں تو بلا تاخیر حج کرنا چاہیے۔ دوسرے سال پر اٹھا رکھنا اچھا نہیں ہے۔

۲۔ ناجائز مال سے حج کرنا حرام ہے۔

۳۔ کسی کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہوں یا کسی کا قرضہ اس کے ذمہ ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو، یا کسی کی ضمانت ہو تو ان سب صورتوں میں ماں باپ سے یا قرض خواہ سے یا جس سے ضمانت کی ہو اس سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے، بلا اجازت حج کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن جس کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج نہ ہوں اس کو اجازت لینا ضروری نہیں ہے، لے لے تو اچھا ہے۔

۴۔ عورت حج کو جائے تو ضروری ہے کہ ساتھ میں شوہر یا محرم یعنی کوئی ایسا آدمی ہو جس سے اس کا نکاح درست نہ ہو، جیسے باپ، چچا، بھائی، بیٹا یا دودھ شریک بھائی یا سسر وغیرہ، ایسے ساتھ کے بغیر عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، اگر کرے گی تو گنہ گار ہوگی۔

حج بدل

جو ذی حیثیت مسلمان اس درجہ معذور ہو گیا ہے کہ اب خود حج ادا نہ کرسکتا ہو، یا اس کا انتقال ہو گیا ہو اور اس کی اولاد اس کی طرف سے نفلی حج ادا کرانا چاہے تو اس کے لیے حج بدل کی صورت ممکن ہے، اس کے لیے کسی ایسے مسلمان کو جو خود اپنا حج کر چکا ہو، اس ذی حیثیت شخص کے وطن سے حرمین شریفین تک پھر واپسی اس کے وطن تک کے قیام وطعام وسفر کے تمام ضروری اخراجات دے کر حج کے لیے بھیجا جاسکتا ہے۔

حج بدل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہو، اس کی نیت سے اس طرح حج کرے جیسا اپنا حج کرتا، اس کے دیئے ہوئے مصارف کو صرف مقصد سفر اور اس کے ضروری متعلقات ہی میں خرچ کرے، اپنی ذاتی ضروریات میں صرف نہ کرے، کھانے پینے نیز قیام کے مصارف بھی حج بدل کے مصارف میں شمار کئے جائیں گے، اگر حج بدل بھیجنے والا اجازت واختیار دیدے کہ وہ اپنی مرضی سے آزادانہ طریقہ پر خرچ کرسکتا ہے تو پھر اس کے لیے جائز ہے۔

جن لوگوں نے اپنا حج پہلے کبھی نہ کیا ہو تو ان کو بھی حج بدل میں بھیجا جاسکتا ہے، اس کی کچھ شرطیں اور تفصیل ہے، ایسا کرنے والے کو مفتی سے معلوم کرلینا چاہیے۔

حج شروع کرنے سے قبل کرنے کے کام

حج سے پہلے تمام گناہوں سے اس طرح توبہ کرنی چاہیے کہ اپنے کئے پر دل سے نادم وشرمندہ ہو اور خدا سے اس کی معافی چاہے، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرے۔ اگر حقوق اللہ (نماز، روزہ) قضا کئے ہیں تو ان کی قضا کرے کسی آدمی کا کوئی مالی حق اس کے ذمہ ہو تو اس کو ادا کرے یا معاف کرائے اور اگر گالی دی ہے، یا مارا ہے، یا غیبت کی ہے، تو اس کو بھی صاحب حق سے معاف کرائے، اپنا حق معاف کرانے اور اپنے رشتہ داروں یا دوستوں سے رخصت ہونے اور ان سے دعا کی درخواست کرنے کے لیے خود ان کے گھر جائے، اور جب حاجی حج سے واپس آئے تو وہ لوگ اس سے ملنے اور دعا کرانے آئیں۔

احرام کا طریقہ اور آداب

آپ کو اپنے راستے کی میقات آنے سے قبل احرام کے لیے تیار ہونا چاہیے تاکہ میقات سے قبل آپ احرام باندھ سکیں۔

جدہ پہنچنے میں جب تقریباً دو دن باقی رہ جائیں گے تو آپ کا جہاز میقات یلملم کے سامنے سے گزرے گا، آپ کو یہیں سے احرام باندھنا ہے کپتان کی طرف سے پہلے ہی اس کا اعلان ہو جائے گا، احرام کے لیے آپ کے پاس دو چادریں یا بڑے تولیے ہوں گے، آپ ان ہی میں سے ایک لنگی کی طرح باندھ لیجیے، اور دوسری کو اپنے جسم کے اوپری حصہ پر اوڑھ لیجیے پھر دو رکعت نفل ادا کیجیے نماز کے دوران چادر سے سر کو ڈھکے رکھیے اور سلام پھیرتے ہی سر کو کھول دیجیے اور عمرہ یا حج کی جیسا ارادہ ہو ویسی نیت کیجیے عمرہ کی نیت کے لیے آپ یہ الفاظ کہہ سکتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ".

"اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اسے میرے لیے آسان کردے اور اس کو مجھ سے قبول فرما"۔

اور اگر حج افراد کی نیت کرنی ہے تو "العمرۃ" کے بجائے "الحج" کا لفظ استعمال کیجیے اور اگر قران کی نیت کرنا ہے تو "العمرۃ والحج" دونوں کے الفاظ استعمال کیجیے اور اس کے بعد ہی بلند آواز سے کہیے:

"لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ".

"میں حاضر ہوں اے اللہ، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک سب تعریفیں تیرے لیے اور ساری نعمتیں تیری دی ہوئی ہیں اور بادشاہت تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں"۔

اس کے بعد پست آواز سے درود شریف اور یہ دعا پڑھیے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ".

"اے اللہ میں تجھ سے تیری خوشنودی اور جنت مانگتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں تیری ناراضی اور جہنم کی آگ سے"۔

احرام باندھنے کے لیے آپ اگر اس کی نفل نماز نہ پڑھ سکے ہوں تو کسی بھی نماز کے بعد آپ مذکورہ بالا نیت کے ساتھ احرام باندھ سکتے ہیں، اور اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز کا موقع نہ ملا ہو تو یہ نیت بغیر نماز کے بھی کی جاسکتی ہے۔

احرام کی نیت کا یہ طریقہ اختیار کرتے ہی آپ محرم ہو گئے، اب اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، صبح وشام اور نمازوں کے بعد نیز لوگوں کی ملاقات کے وقت کثرت سے بہ آواز بلند لبیک پڑھیے، سر کو کھلا رکھیے خواہ نماز پڑھتے ہوں، سلا ہوا کپڑا نہ پہنیے پیروں کے اوپر کی ہڈی کو جوتوں کے اوپری حصے سے نہ ڈھکنے دیجیے، ورنہ آپ "جنایت" کے مرتکب ہوں گے، یعنی ایسی غلطی ہوگی جس کے نتیجہ میں شریعت کی طرف سے آپ کو جرمانہ ادا کرنا ہوگا، عورتوں کو سلے ہوئے کپڑے پہننے جائز ہیں وہ سر بھی چھپائیں گی مگر اوپر اس طرح کپڑا نہ ڈالیں کہ منھ سے چھو جائے۔

احرام کی حالت میں جو چیزیں منع ہیں

احرام کی حالت میں بہت سی چیزیں ممنوع ہیں، ازاں جملہ:

۱۔ عورت سے ہم بستری اور وہ باتیں جن سے ہم بستری کی خواہش پیدا ہو۔

۲۔ اپنا یا کسی کا سر یا داڑھی مونڈنا یا تراشنا، اور بدن کے کسی حصہ کا بال دور کرنا خواہ مونڈ کر یا کسی اور طریقہ سے۔

۳۔ ناخن تراشنا یا ترشوانا۔

۴۔ سلا ہوا کپڑا پہننا۔

۵۔ موزے یا پاتابے پہننا۔

۶۔ خوشبو ملنا یا خوشبودار چیز میں رنگا ہوا کپڑا پہننا۔

۷۔ سر یا منھ یا ان کے کسی حصہ کو یا ناک کو کپڑے سے ڈھانکنا۔

۸۔ خشکی کے جانور کا شکار کرنا، یا پکڑنا، یا شکار میں مدد دینا وغیرہ۔

۹۔ جوئیں مارنا یا کپڑے سے نکال کر پھینکنا یا دوسرے کو دینا یا جس کپڑے میں جوئیں پڑی ہوں اس کو دھوپ میں ڈالنا کہ جوئیں مرجائیں۔

۱۰۔ سر یا بدن میں زیتون یا تل کا تیل استعمال کرنا۔

۱۱۔ حق تعالیٰ کی ہر نافرمانی ہر حالت میں بُری ہے، مگر احرام کی حالت میں اور زیادہ منع ہے، یہی حال جھگڑے تکرار کا بھی ہے۔

جو چیزیں منع نہیں ہیں

۱۔ احرام کی حالت میں گھریلو جانوروں کا ذبح کرنا جیسے بکری یا مرغی کا ذبح کرنا منع نہیں ہے۔

۲۔ ہندوستان میں جو جوتے عام طور پر پہنے جاتے ہیں، اگر ان سے پیر کی اُبھری ہوئی ہڈی نہیں چھپتی تو ان کا پہننا احرام میں جائز ہے۔

۳۔ ایسا کھانا جس میں خوشبو ڈال کر پکایا گیا ہو اس کا کھانا جائز ہے۔

حج کا احرام

اگر آپ قران یا افراد کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہونچے ہیں، تو آپ کا احرام برابر قائم رہے گا، اور آپ کو اب حج کے لیے کوئی نیا احرام باندھنا نہ ہوگا اپنے اسی بندھے ہوئے احرام پر آپ حج کریں گے، لیکن اگر آپ تمتع کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے تھے تو آپ عمرہ پورا کر کے احرام کھول دیں گے، اور آٹھویں تاریخ کی صبح کے وقت آپ کو حج کا احرام باندھنا ہوگا، اس کا طریقہ اور نیت اسی طرح کرنا ہوتی ہے جیسی تمتع کی صورت میں کہ عمرہ کے احرام میں آپ منیٰ روانہ ہونے کے دن آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھیں گے، اگر فجر کی نماز کے بعد دن نکلنے سے پہلے باندھنا ہو تو احرام کی نفل نماز پڑھے بغیر باندھ لیجیے، اور اگر دن نکلنے کے بعد باندھنا ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر باندھیے نماز سے قبل احرام کی ایک چادر لنگی کی طرح باندھیے اور ایک چادر اوڑھ لیجیے سلام پھیرنے پر فوراً حج کی نیت کیجیے اور ساتھ ہی تین دفعہ لبیک پڑھیے۔ "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ" اس کے بعد جو جی چاہے دعا کیجیے۔

منیٰ روانگی

حتی الامکان کوشش کیجیے کہ آپ کا معلم سویرے ہی آپ کو روانہ کردے، منیٰ مکہ سے تقریباً تین میل ہے، عموماً لوگ موٹر سے جاتے ہیں، طاقت ہو اور کوئی رکاوٹ نہ ہو تو پیدل بھی بہ آسانی جاسکتے ہیں، آج منیٰ پہنچ کر کوئی خاص کام نہیں کرنا ہے بلکہ صرف وہاں رہنا ہے، یہ سنت ہے کہ وہاں آٹھویں کا دن اور آٹھویں، نویں کی درمیانی رات گزاری جائے، پانچ نمازیں (آٹھویں کی ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں کی فجر) منیٰ میں پڑھی جائیں، لیکن بے کار رہنا مناسب نہیں، ذکر اور تلاوت میں وقت گزارنا چاہیے۔

عرفات روانگی

نویں کو سورج نکلنے کے بعد عرفات کے لیے روانہ ہونا ہے، عرفات منیٰ سے ۱۵ر کیلو میٹر ہے، لوگ

پیدل بھی جاتے ہیں، لیکن تکان کا اندیشہ ہو تو پیدل جانا ٹھیک نہیں ہے، موٹر سے جانا چاہئے، حج کی اس سب نقل وحرکت میں لبیک پڑھنے کا اہتمام رکھنا چاہئے، عرفات پہنچ کر زوال کے پہلے جی چاہے تو آرام کر لیجئے اور کھانے وغیرہ کی ضروریات سے فارغ ہو جائیے، زوال ہوتے ہی وضو کر لیجئے، غسل کرنا مستحب ہے، ضروری نہیں ہے، وضو کے بعد اگر کوئی بڑی دشواری نہ ہو تو مسجد نمرہ میں پہنچ جانا چاہئے، امام کی اقتداء میں پہلے ظہر پھر اسی سے متصل عصر کی نماز پڑھنا ہوگا اور اگر آپ کا مکہ مکرمہ میں قیام پندرہ روز سے کم ہو، تو آپ امام کے ساتھ قصر کر سکتے ہیں، بشرطیکہ امام مسافر ہو اور اگر امام مسافر نہ ہو اور قصر کرے تو خود چاہے مسافر ہو یا مقیم امام کی اقتدا میں نہ پڑھئے بلکہ دونوں نمازوں کو الگ الگ ان کے خاص وقتوں میں چاہے اکیلے یا جماعت کے ساتھ پڑھئے، ظہر پڑھنے کے بعد کوشش کیجئے کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو، شام تک پورا وقت دعا واستغفار میں، الحاح وزاری اور رونے گڑگڑانے میں صرف کیجئے، ظہر کے بعد فوراً امام کے ساتھ جبل رحمت کے قریب وقوف کے لیے جانا اور دھوپ میں ہی قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا کرنا افضل ہے، مگر دھوپ میں کھڑے ہونے سے ضرر یا تکلیف ہو تو جبل رحمت ہی کے قریب سایہ میں یا اپنے خیمہ ہی میں دعا وغیرہ کرتے رہیے، جب دھوپ کی تیزی کم ہو تو لبیک پکارتے ہوئے جبل رحمت کے پاس جائیے، جبل رحمت عرفات میں وہ جگہ ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں وقوف (قیام) فرمایا تھا، یہاں خوب رو رو کر دعائیں کیجئے اور اگر ضرر کے اندیشہ یا کمزوری کی وجہ سے اپنے خیمہ ہی میں رہ گئے اور بیٹھے ہی بیٹھے دعا واستغفار کرتے رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، کھڑے ہو کر وقوف کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے اور اگر جبل رحمت تک جانے میں گم ہونے، دھوپ کی شدت سے بیمار ہونے یا ہجوم میں دل جمعی کے ساتھ دعا نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو یہی اچھا ہے کہ خیمہ ہی میں پورا وقت جی لگا کر دعا واستغفار اور درمیان درمیان میں لبیک پڑھنے میں گزار دیجئے، دوسری کتابوں میں نیز ان چھوٹے چھوٹے جیبی رسالوں میں جو حاجیوں کو (بمبئی، دہلی اور ان تمام مقامات سے جہاں سے حاجی روانہ ہوتے ہیں) سے مفت مل جاتے ہیں، لمبی لمبی دعائیں لکھی ہیں، لیکن اگر اتنا بھی کر لیں کہ قبلہ رو کھڑے ہو کر سو بار "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" پھر سو بار "قل هو الله احد" پھر سو بار نماز میں جو درود پڑھی جاتی ہے پڑھ کر اپنے اور متعلقین اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرتے ہیں، تو کافی ہے، کسی سے اتنا بھی نہ ہو سکے تو برابر "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْـدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ" آخر تک اور "رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" پڑھتا رہے اور جو بن پڑے دعا کرے آج ہی کا دن اس سارے سفر کا حاصل اور لب لباب ہے، اس کی قدر پہچاننا چاہئے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا چاہئے۔

مزدلفہ روانگی

آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہو جائیے مزدلفہ عرفات سے چھ میل ہے، وہاں پہنچ کر مغرب اور عشاء ایک ساتھ عشاء کے وقت میں پڑھئے، آج اس جگہ دونوں نمازوں کا جمع کرنا واجب ہے، یہ رات بڑی مبارک ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ حاجیوں کے حق میں یہ رات شب قدر سے بڑھ کر ہے، اس لیے جس قدر شب بیداری، ذکر ودعا، توبہ واستغفار، تلاوت درود کا ورد کر سکیں کیجئے، اچھا یہ ہے کہ مغرب وعشاء سے فارغ ہو کر کچھ دیر ذکر ودعا وغیرہ کر کے سو جائیے اور بہت سویرے جاگ کر تہجد پڑھئے اور برابر تلاوت اور ذکر ودعا میں مشغول رہئے، اس کے بعد آج یہ افضل ہے کہ فجر کی نماز صبح صادق ہونے کے بعد خوب اندھیرے میں پڑھئے، پڑھ کر جبل قزح پر یا اس کے آس پاس آ کر وقوف کیجئے، اس وقوف میں بھی درود شریف، تکبیر وتہلیل، استغفار، تلبیہ اور اذکار کی کثرت کیجئے اور اگر کوئی بتانے والا نہ ہو یا قوت نہ ہو تو جہاں قیام ہے وہیں مشغول رہئے۔

منیٰ واپسی

جب سورج نکلنے میں بقدر دو رکعت نماز پڑھنے کے (یعنی تقریباً ۲۰ منٹ) رہ جائے تو منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیے، چونکہ حجاج کی کثرت کی وجہ سے معلمین کو بروقت موٹریں روانہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے اس لیے عام طور پر حاجیوں کو مزدلفہ سے نکلنے میں بہت دیر ہو جاتی ہے اور دن خاصا نکل آتا ہے، یہ مجبوری کی صورت ہے، بہر حال کوشش ہونا چاہئے کہ حتی الوسع تاخیر نہ ہو، روانہ ہونے سے قبل اچھا یہ ہے کہ مزدلفہ ہی سے جمرات کو مارنے کے لیے کنکریاں لے لی جائیں منیٰ پہونچنے پر اب حاجی کا قیام کم از کم تین روز تک یہیں رہے گا صرف طواف کے لیے ایک بار مکہ جانا ہوگا، منیٰ میں قیام کے یہ دن ایام معلومات کہلاتے ہیں، ان میں حاجی کو روزانہ جمرات پر کنکریاں مارنا ہوتی ہیں، اور پہلے ہی روز قربانی کے بعد بال بنوا کر احرام کھول دینا پھر مکہ جانا فرض طواف جو کہ طواف زیارت کہلاتا ہے ادا کرنا ہوتا ہے، دسویں تاریخ کو پہلے دن اگر نہ کر سکے تو گیارہویں بارہویں تک بھی گنجائش ہے۔

(جاری)

چشم کشا

آزاد دینی مکاتب ومدارس

ضرورت، افادیت اور نئے چیلنج

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ علم وتعلیم کی اشاعت وعمومیت کی تحریک اور اس کی سعی وجہد تقریباً ہر ملک میں اور تاریخ کے ہر دور میں، کسی نہ کسی درجہ میں خلوص وایثار، سادگی اور جفاکشی اور علمی نمونہ وکردار کے ساتھ متصف ومربوط رہی ہے اور اسی میں ناسازگار حالات، سلطنت ومعاشرہ کے انقلابات، جابر حکومتوں کی موجودگی، طبعی مرغوبات، معاشی ضروریات، اور ہر زمانہ میں "معیار زندگی" بے رحم فرماں روائی کے باوجود تعلیم وثقافت (کلچر) کا ہر دور میں کام ہوتا رہا، نوشت وخواند کا دائرہ وسعت اور ترقی اختیار کرتا رہا اور زندگی اور مذہب کی بہت سی حقیقتیں اور صداقتیں ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی رہیں، اس تاریخی حقیقت کے امتحان وتصدیق کے لئے کہ تعلیمی خدمت کا ہر ملک اور ہر دور میں کسی نہ کسی درجہ میں خلوص وایثار اور سادگی اور جفاکشی سے ربط وتعلق اور باہمی رفاقت رہی ہے، روایتی ورسمی (Traditional) تاریخوں کے بجائے جو سرکار دربار، جنگوں اور انقلابات سلطنت اور (سیاسی وانتظامی طور پر) سربرآوردہ اشخاص سے تعلق رکھتی اور انہیں کے گرد گھومتی ہیں، ماہرین علم وفن اور سماجی خدمت گاروں اور مذہبی پیشواؤں کی سوانح حیات اور تذکرے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ہزاروں برس سے انسانی نسلوں میں (زبان وتہذیب اور مذہب وعقائد کے اختلاف کے باوجود) جو احساسات وتاثرات نسل در نسل منتقل ہوتے رہے ہیں، ان میں ایک "پیشہ ور" (Proffessional) اور "غیر پیشہ ور" (Non-Proffesssional) میں فرق وامتیاز ہے، آخر الذکر (غیر پیشہ ور) کے ساتھ ہمیشہ احترام واعتراف اور عقیدت ومحبت کا تاثر اور تقلید واتباع کا (خواہ اس پر عمل نہ ہو سکے) جذبہ اور شوق وابستہ رہا ہے، فطرت انسانی کے اسی دائمی تاثر ورد عمل اور مسلمہ حقیقت کے پیش نظر، ہر دور اور ہر امت میں مبعوث کئے جانے والے پیغمبر نے اپنی قوم میں ہدایت وتبلیغ کا کام شروع کرتے وقت اس کی وضاحت ضروری سمجھی کہ وہ کسی دنیاوی منفعت، مال ودولت اور معاوضہ واجرت کا طالب نہیں، قرآن مجید کی سورۂ شعراء میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ میں سے کسی کے تذکرہ میں بھی ان کے اس بیان اور اطمینان دہانی کو نظر انداز نہیں کیا گیا کہ "میں تم سے کسی دنیاوی منفعت کا امیدوار نہیں" ہر ایک کے تذکرہ میں اس کا بیان واعلان نقل کیا گیا ہے کہ:

﴿وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

میں تم سے (اس دعوت ونصیحت اور محنت وسعی پر) کسی معاوضہ ومنفعت کا طالب نہیں، میرا معاوضہ وانعام رب العالمین کے ذمہ ہے۔

(۱) پھر جب خدا کا آخری دین اسلام دنیا میں آیا تو اس نے صحیح تعلیم کے کام اعلیٰ درجہ کی عبادت اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور اس کو انبیاء کی نیابت کا منصب قرار دیا، اس کے نتیجہ میں پورے عالم اسلام میں آزاد دینی تعلیم کا نظام جاری ہوا اور آزاد دینی مدارس ومکاتب کی شکل میں مدرسے اور مکاتب قائم ہوئے اور بالعموم مسجدیں قرآن مجید اور ابتدائی دینیات کی تعلیم کا مرکز بن گئیں، سلاطین وقت کی علمی قدردانی وسرپرستی اور شوق وکوشش کے باوجود اکثر یہ مدارس اور تعلیمی مراکز آزاد رہے اور ان کا براہ راست عوام سے ربط وتعلق رہا اور عوام سے ربط وتعلق کا گہرا نفسیاتی اثر اور فائدہ ظہور میں آیا جو بالکل قدرتی ومنطقی ہے، انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی ادارہ یا تحریک کی امداد میں براہ راست حصہ لیتا ہے (خواہ وہ کتنا ہی حقیر ہو) تو اس کو اس سے ایک نفسیاتی اور جذباتی تعلق اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، اس کا نتیجہ تھا کہ مستحکم اور طویل المیعاد اسلامی سلطنتوں کی موجودگی اور شاہانِ وقت کی فیاضی اور بعض اوقات دینداری کے باوجود، اس تحتی برِ اعظم کے مسلمانوں کی اسلام سے ارادی وشعوری وابستگی، بقدر ضرورت دینی معلومات اور دینی احکام پر عمل کرنے کا جذبہ، اس آزاد دینی نظام، تعلیم اور انہیں آزاد مدارس کے ایثار پیشہ اور مخلص فضلاء کی سعی وجہد کا نتیجہ ہے، جس میں مسلم سلطنتوں اور فرماں رواؤں کا تقریباً کچھ حصہ نہیں، تاریخ وحقائق کی روشنی

میں بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ وقت تک نہ صرف اس برصغیر کے مسلمانوں کا بلکہ بیشتر یا تمام حتیٰ کہ عرب ممالک تک کے مسلمانوں کا دین وشریعت سے ربط وتعلق اور ان کی دینی باخبری اور اسلامی ثقافت وتہذیب سے نہ صرف واقف ہونا، بلکہ اس کا حامل اور پرجوش حامی ہونا، انہیں ایثار پیشہ، رضا کار اور کسی حد تک زاہد ومتوکل فضلائے مدارس اور ناشرین علم ودین کا رہین منت ہے۔

ان مدارس کے اساتذہ وفضلاء میں سے متعدد اگرچہ اپنے فن کے ماہر اور یگانۂ روزگار عالم ہوتے تھے، لیکن وہ پورے اعتماد وافتخار کے ساتھ یہ کہنے کے اہل تھے کہ۔

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں
غلام طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

اس آزاد دینی تعلیم کا ایک فائدہ یہ تھا کہ سلاطین وقت کے غلط اور بعض اوقات مخالف اسلام اور ماحیِ دین رجحانات، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر دین کی بیخ کنی اور استیصال کی باعزم اور منظم کوششوں کا اثر مسلم معاشرہ پر بالکل نہیں پڑسکا اور درباریوں اور خوشامدیوں کے ایک مختصر حلقہ میں محدود ہوکر رہ گیا، اس کا ایک روشن ثبوت یہ ہے کہ شہنشاہ اکبر کی (جو سلطانِ ترکی کے بعد اپنے وقت میں دنیائے اسلام کا سب سے طاقتور اور وسیع المملکت بادشاہ تھا) تحریک وحدت ادیان، تعطیل شریعت اسلامی، بلکہ تنسیخ دین محمدیؐ کی منظم اور منصوبہ بند کوشش جس میں اس عہد کے بعض ذکی ترین بلکہ عبقری (Genius) افراد شریک تھے، مسلم معاشرہ پر قطعاً کوئی اثر نہیں ڈال سکی اور جیسا کہ بعض یورپین مؤرخین نے اعتراف کیا ہے، وہ چند درباری اشخاص تک محدود رہی اور مسلمان عوام اس سے کلی طور پر غیر متاثر رہے اور یہ نتیجہ ان حقانی، ربانی علماء ومصلحین اور داعیانِ دین کا فیض تھا، جن کا اثر عامۃ المسلمین پر نہ صرف سرکاری درباری علماء سے زیادہ بلکہ سلاطین وحکام سے بھی زیادہ تھا اور جن کے بعض افراد کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ۔

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

حکومت سے اسی بے نیازی، عامۃ المسلمین سے ربط وتعلق، اور ایثار وجذبۂ قربانی کا نتیجہ تھا کہ جب ۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہوا اور مسلمان اقتدار اور اس کے منافع ومواقع سے محروم ہوگئے تو اس دینی تعلیم کے نظام ومراکز پر کوئی گہرا انقلاب انگیز اثر نہیں پڑا، بلکہ ان میں مدارس کے قیام کا ایک نیا جوش وولولہ پیدا ہوگیا، جو نہ صرف مسلمانوں کو دینی، ذہنی وتہذیبی ارتداد سے محفوظ رکھ سکیں، بلکہ (نظم مملکت کو چھوڑ کر) ہر طرح سے اسلامی سلطنت کی قائم مقامی کرسکیں۔

انگریزی حکومت نے اپنے اقتدار وتسلط اور تعلیمی نظام اور سوچے سمجھے منصوبہ کے ذریعہ مسلمانوں کے تعلیمی مراکز کی بقا وحیات کے سرچشموں کو خشک کرنے کی ایسی منظم کوشش کی جس کے بعد ان مدارس اور اس دینی تعلیم کے نظام کا باقی رہ جانا ایک معجزہ سے کم نہیں اور وہ (تاریخی تجزیہ اور فلسفۂ حیات کی رو سے) محض مسلمانوں کے عزم وقوت ایمانی اور شروع سے دینی تعلیم کے آزاد رہنے کا نتیجہ تھا، انگریزی حکومت کے ان انتظامات اور اقدامات کی بعض کڑیاں پیش کی جاتی ہیں جو ایک طویل اور آہنی زنجیر کا جز ہیں، جو کسی نظام تعلیم کے ختم کرنے کے لئے بھی کافی ہے۔

آنریبل مسٹر الفنسٹن اور ایف وارڈن نے مسئلہ تعلیم پر ایک یادداشت مرتب کی جس میں حسب ذیل اعتراف موجود ہے:

”ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کردیئے اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہوا جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخیرے نسیاً منسیاً ہوئے جاتے ہیں“ (حکومت خود اختیاری، از مولوی سید طفیل احمد صاحب منگلوری علیگ ایم۔ ایل۔ سی۔ ص ۹۵)

ڈبلو۔ ڈبلو ہنٹر (W.W.Hunter) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ (The Indian Musalmans) میں ہندوستانی مسلمانوں کی جائز شکایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے اور ان کو بجا قرار دیا ہے:

”ان (مسلمانوں کو) شکایت ہے کہ ہم نے مسلمانون سے مذہبی فرائض کو پورا کرنے کے ذرائع چھین لئے اور اس طرح روحانی اعتبار سے ان کے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا، ہمارا بڑا جرم ان کے نزدیک یہ ہے کہ ہم نے مسلمانوں کے مذہبی اوقات میں بددیانتی سے کام لیتے ہوئے ان کے سب سے بڑے تعلیمی سرمایہ کا غلط استعمال کیا“ (ہمارے ہندوستانی مسلمان، مترجمہ ڈاکٹر صادق حسین، مطبوعہ اقبال اکیڈمی لاہور، ص/۳۱۹)

سرولیم ہنٹر نے اپنی اس کتاب میں مسلمانون کے نظام تعلیم ومدارس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”انگریزوں کے ہندوستان پر قابض ہونے

سے پہلے، وہ ملک کی سیاسی ہی نہیں، بلکہ دماغی قوت بھی تسلیم کئے جاتے تھے، اس ہندوستانی مدبر کے الفاظ میں جو ان سے بخوبی واقف تھا، ان کا تعلیمی نظام اگرچہ اس نظام تعلیم کے مقابلہ میں کم درجہ پر ہے جسے ہم نے رائج کیا ہے لیکن پھر بھی اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا غلطی ہے، کیوں کہ وہ اعلیٰ دماغی تعلیم وتربیت کا اہل تھا، اس کی بنیادیں بالکل ہی ناقص اصولوں پر نہ تھیں، گو ان کے پڑھانے کا طریقہ بہت پرانا تھا لیکن یقینی طور پر وہ ہر اس طریقہ سے برتر تھا جو اس وقت ہندوستان میں رائج تھا، مسلمان اس طریق تعلیم سے اعلیٰ قابلیت اور دنیاوی برتری حاصل کرتے“۔ (ایضاً، ص/ ۲۵۹)

ڈاکٹر ہنٹر کی اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ آزاد اور غیر سرکاری تعلیم گاہوں کا ذریعہ آمدنی کیا تھا اور وہ کیوں ہر طرح کے ناسازگار حالات کے باوجود نہ صرف زندہ بلکہ مفید اور کارآمد رہے وہ لکھتا ہے:

”ہم نے ان کے (مسلمانوں کے) طریقہ تعلیم کو بھی اس سرمایہ سے محروم کردیا، جس میں اس کی بقاء کا دارومدار تھا، مسلمانان بنگال کا ہر اعلیٰ خاندان ایسے اسکول کا خرچ بھی برداشت کرتا تھا جس میں خود اس کے اور غریب ہمسایوں کے بچے مفت تعلیم حاصل کرسکتے تھے، جوں جوں صوبہ کے مسلمان خاندانوں پر ادبار چھاتا گیا، یہ خاندانی اسکول کم ہوتے گئے اور ان کے اثرات بھی کم ہوتے گئے زمانۂ قدیم سے ہندوستانی شہزادوں کا دستور چلا آتا تھا کہ وہ نوجوانوں کی تعلیم اور خدا کی رضا جوئی کے لئے زمین کے قطعات وقف کردیئے“۔ (ایضاً، ص/ ۲۶۷)

حکومت برطانیہ کی اس منظم ومسلح معنوی وثقافتی نسل کشی (Cultural Genocide) اوقاف کی ضبطی، سرکاری ملازمتوں کے لئے فضلائے مدارس کی نااہلی کے قانون اور اس سب سے بڑھ کر قدیم دینی تعلیم کے متوازی پرائمری اور ہائی اسکولوں کی سطح سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ملک گیر نظام کے قائم کرنے اور ان میں ہر طرح کی کشش اور ترغیب کے پہلو کے موجود ہونے کے باوجود، مسلمان اپنے دین اور اس کی ثقافت (کلچر) اور تہذیب ومعاشرہ سے وابستہ ہیں اور وہ کسی بڑے پیمانہ پر بلکہ قابل ذکر سطح پر بھی دینی، تہذیبی وثقافتی ارتداد کا اس طرح شکار نہیں ہوئے، جس طرح اسپین کے مسلمان زوال حکومتِ اسلامی کے بعد شکار ہوئے، یہ تنہا آزاد دینی تعلیم اور آزاد مدارس ومکاتب اور ان کے فضلاء، وہاں سے تعلیم پاکر نکلنے والے مفتیوں، قاضیوں، واعظوں اور ائمہ مساجد کا فیض تھا اور انہیں کی وجہ سے نہ صرف علوم دینیہ بلکہ قرآن مجید پڑھنے اور یاد کرنے کی صلاحیت، اردو میں نوشت وخواند کی قابلیت اس نسل تک باقی رہی، اس بناپر عہدِ جدید کے نامور ترین مفکر اور ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے مدارس عربیہ ودینیہ پر تنقید کرنے والے ایک مسلمان صاحب قلم کی تنقید پر یہ فرمایا کہ ”ان دینی مدارس کو کچھ نہ کہو، اگر یہ باقی نہیں رہے تو ہندوستان بھی اسپین بن جائے گا“۔

ان مدارس اور ان کے فضلاء کی اس خصوصیت اور اس ملک میں اسلام سے واقفیت اور وابستگی کے تسلسل وبقا میں ان کے عظیم کارنامہ کا بقدر ضرورت اور اضطراراً تذکرہ کرنے کے بعد، ہم ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی سامعین وقائدین اور حقیقت پسند اور منصف مزاج محبان وطن کی توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں سب سے پہلا اور سب سے بڑا حصہ اسی قدیم نظام تعلیم کے ساختہ پرداختہ فضلاء اور علمائے دین کا تھا، آزاد مسلم مفکرین وقائدین میں سر فہرست علماء دین ہی تھے، جو سیاسی اور قومی تحریکات میں حصہ لینے کے نہ صرف قائل بلکہ داعی تھے اور سیاست کو مسلمانوں کے لئے (بعض جدید تعلیم یافتہ قائدین کی طرح) ”شجرۂ ممنوعہ“ نہیں سمجھتے تھے، انہیں علماء نے برطانوی حکومت کی مخالفت اور اس کے خلاف جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس کے نتیجہ میں مولانا یحییٰ علی، مولانا احمد اللہ عظیم آبادی، مولوی عبدالرحیم صادق پوری، اور مولوی محمد جعفر تھانیسری کو پورٹ انڈمان روانہ کردیا گیا، مولانا یحییٰ علی اور مولانا احمد اللہ صاحب کا انڈمان میں انتقال ہوگیا اور مولوی محمد جعفر اٹھارہ سال کی قید بامشقت اور جلاوطنی کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے، ان کے علاوہ دوسرے ممتاز اور جلیل القدر علماء کو بھی انڈمان میں جلاوطنی کی سزادی گئی، جن میں مولانا فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مفتی مظہر کریم دریابادی کے نام قابل ذکر ہیں، مولانا فضل حق خیرآبادی کا وہیں انتقال ہوا اور بقیہ دو عالم طویل عرصہ کے بعد وطن واپس ہوئے۔

پھر جب ہندوستان میں تحریک خلافت اور اس کے ساتھ آزادئ ہند کی تحریک شروع ہوئی تو اس میں بھی علماء ہی پیش پیش تھے، اس طویل ونورانی فہرست میں یہاں صرف شیخ الہند مولانا محمود حسن، قیام الدین مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا معین الدین اجمیری، مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا احمد سعید، ابوالمحاسن

مولانا محمد سجاد بہاری، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود علی ندوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا نام لینا کافی ہے، ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل، مولانا حکیم نصرت حسین اور مولوی سید وحید احمد کو ۱۹۱۷ء میں مالٹا جلاوطن کردیا گیا، یہ جماعت ۱۹۲۰ء تک وہیں رہی۔

انگریزوں سے نفرت اور حکومت انگریزی کی مخالفت میں ہر طرح کی سختیاں اور مصائب کے برداشت کرنے کی جس صلاحیت اور ہمت کا ثبوت جماعت علماء نے دیا، اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ہر طرح سے حق بجانب ہوگا کہ دینی تعلیم اور آزاد مدارس میں قربانی وایثار کا جذبہ، عزیمت وعالی ہمتی اور بلند نگاہی پیدا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہے اور ملک وقوم کو درپیش مصائب وخطرات کے موقع پر یہی جماعت (جو مادی ترقیات، معاشی آسودگی اور عزت واقتدار کے حصول سے زیادہ آسانی کے ساتھ صرف نظر کرسکتی ہے) زیادہ کام آنے والی ہے۔

اس کے ساتھ ضمناً اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علم وتحقیق کی آبرو ذوق مطالعہ اور علم وتصنیف کی راہ میں خود فراموشی اور محنت کوشی انہیں عربی ودینی مدارس سے قائم ہے، ان میں سے ایک ایک آدمی نے اکیڈمی کا کام کیا ہے، اس سلسلہ میں ان مصنفین کے تصنیفی کارناموں کا ذکر موجب طوالت وملال طبع کا باعث ہوگا۔

ان آزاد دینی مدارس ومکاتب کا یہ احسان اور کارنامہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے کہ اس دور میں اب اردو انہیں کے ذریعہ نئی نسل کی طرف منتقل ہورہی ہے اور اس نسل میں اردو نوشت وخواند اور قدیم دینی وعلمی ذخیرہ سے ربط وتعلق واستفادہ کی صلاحیت انہیں مدارس ومکاتب کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے، ورنہ جدید تعلیم گاہوں میں تعلیم پانے والا (اسکولوں سے لے کر یونیورسٹیوں کے طلبہ تک) اردو میں تحریر وتصنیف کا کیا ذکر؟ اردو میں پڑھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوتے جارہے ہیں اور اپنے والدین اور سرپرستوں سے ہندی یا انگریزی میں خط وکتابت کرنے پر مجبور ہیں۔

حضرات! گزشتہ بیان اور معروضات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ کسی ملک میں دین سے وابستگی اور ملت کے تشخص کی بقا حکومت کی ان پابندیوں سے آزاد رہنے اور ان قوانین سے مستثنیٰ ہونے میں مضمر ہے، جو ملک کی مادی ضرورتوں کی تکمیل اور عام نظم ونسق کے شعبوں کے لئے ضروری یا مفید ہوسکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر ذمہ دارانِ حکومت صحیح معنیٰ میں حقیقت پسند اور محبِ وطن ہوں تو ان کو ہر ایسی کوشش اور ہر ایسے ادارہ کو نہ صرف باقی رہنے کی اجازت دینی چاہئے بلکہ اس کی ہمت افزائی اور قدردانی کرنی چاہئے، جو ملک میں علم وخواندگی اور ثقافت وتہذیب کی اشاعت وترقی اور ان کی توسیع میں مدد دے کہ اس وسیع، طویل وعریض اور کثیر آبادی کے ملک میں اگر کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھ کر جسم وجان کا رشتہ قائم رکھنے والی خوراک اور بقدر ستر پوشی پوشاک پر قناعت کرتے ہوئے تعلیم وتربیت کا کام کرے تو ہر محبِ وطن انسان اور علم کے ہر قدردان کو اس کا نہ صرف خیر مقدم کرنا چاہئے بلکہ اس کا شکر گزار ہونا اور اس پر فخر کرنا چاہئے کہ تمام تر سرکاری وسائل اور زیادہ سے زیادہ تعلیم گاہوں کے قیام اور ان کے لئے اساتذہ کی فراہمی کے باوجود اس ملک کی آزادی کے بڑے حصہ کو خواندہ وتعلیم یافتہ نہیں بنایا جاسکتا، چہ جائیکہ اخلاق وسیرت کی تعمیر ہو اور باکردار شہری پیدا ہوں۔

اسی بناپر ہم حکومت کے ان قوانین وضوابط کے خلاف احتجاج کرنے پر مجبور ہیں جو آزاد دینی مدارس ومکاتب کے قیام اور ان کے آزادی سے تعلیمی خدمت اور علم وثقافت کی اشاعت اور مسلمانوں کو اپنے دین سے اس درجہ واقف کرانے کے کام میں خلل انداز ہوں جو ان کے لئے مذہبی طور پر ضروری ہے اور وہ تعلیم گاہیں یا تو قائم نہ ہوسکیں، یا اگر قائم ہیں تو باقی نہ رہ سکیں مثلاً کم سے کم تنخواہ ومعاوضہ (Minimum Wage) کا قانون، یا مدارس ومکاتب کے لئے قیام وجواز کے لئے لائسنس لینے کی پابندی جو حکومت کے دوسرے شعبوں جن کا نظم ونسق (Administration) یا (Labour) سے تعلق ہے، کے لئے موزوں ہیں لیکن دینی مدارس ومکاتب کے لئے جن کا شعار اور طاقت وخصوصیات زمانہ قدیم سے لے کر اس وقت تک ایثار وقناعت رہی اور ہمیشہ رہنا چاہئے، ناموزوں اور سخت مضرت رساں ہیں۔ ہم اپنا جمہوری، مذہبی، اخلاقی اور شہری حق سمجھتے ہیں کہ اس کے خلاف آواز بلند کریں کہ ملک کے دستور نے ہر اقلیت اور ہر اکائی کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنی پسند کے مدارس قائم کرے اور اپنی پسند اور صوابدید کے مطابق ان کو چلائے۔ ہم خالص حب الوطنی اور ہندوستان کے لئے اس کو باعثِ فخر سمجھنے کی بناپر بھی یہ کہتے ہیں کہ تعلیم وتربیت اور ثقافت وتہذیب کے پھیلانے میں ایثار وقربانی کی اس روایت کو جو ہندوستان کی قدیم تاریخ کا بھی طرۂ امتیاز رہا ہے، باقی رہنا چاہئے۔

آخر میں بڑی معذرت کے ساتھ ایک تلخ حقیقت کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ان مدارس ومکاتب کے سرکاری الحاق اور سرکاری امداد قبول کرلینے کے بعد یہ اندیشہ ہے (جو واقعہ بن کر سامنے آگیا ہے) کہ ان مدارس کا عوام سے رابطہ بھی ٹوٹ جائے اور وہ مقصد بھی حاصل نہ ہو جس کے لئے سرکاری امداد اور ایڈ قبول کی گئی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے پٹنہ کے ایک جلسہ میں شرکت کے موقع پر جو امارت شرعیہ بہار کے قائم کردہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کی یادگار میں اسپتال کے افتتاح کے لئے منعقد کیا گیا تھا اور جس میں بہار کے چیف منسٹر بھی شریک تھے، ایک عربی مدرسہ کے ذمہ دار نے تقریر میں کہا کہ چھ مہینے سے ہم کو سرکاری امدادی رقم نہیں ملی، ہمارے بچے فاقہ کررہے ہیں، یہ بہار کا حال جہاں اکثر مدارس عربیہ سرکاری امداد قبول کرچکے ہیں، ابھی چند ہی دن پہلے "قومی آواز" (لکھنؤ) میں جھانسی کے ایک دینی مدرسہ کے صدر مدرس یا مہتمم صاحب کا مراسلہ شائع ہوا ہے، اس میں صاف لکھا گیا ہے کہ پانچ مہینے سے ہم کو سرکاری امداد نہیں ملی اور ہمارے بچے فاقہ کررہے ہیں، ایسی حالت میں بڑے ٹوٹے کا سودا ہوگا کہ ہمارا رشتہ عوام سے بھی ٹوٹ جائے اور ہم ان کی ہمدردی اور اعانت سے بھی محروم ہوجائیں اور حکومت کے تغافل یا اس کے نظم ونسق کی طوالت کا بھی شکار ہوں، اس طرح (بہت معذرت کے ساتھ) صرف اس مصرعہ پر اکتفا کروں گا کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

میں ایثار وقربانی کی اس دعوت کے ساتھ جو کسی نہ کسی درجہ میں دینی تعلیم کی بقا وملت کے تشخص کی حفاظت کے لئے ضروری ہے، حقائق اور زندگی کی طبعی وفطری بلکہ شرعی ضروریات سے چشم پوشی نہیں کرسکتا، مدارس ومکاتب کے اساتذہ ومنتظمین کے لئے بقدر ضرورت وباعزت معاشی انتظام کی بیشک ضرورت ہے، مدارس کے ذمہ داروں کو اس پر ہمدردانہ غور کرنا اور اس تقاضہ کو اپنے وسائل اور دائرہ اختیار میں رہ کر پورا کرنا ضروری ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور مدارس ومکاتب کے کارکنوں اور خدمت گذاروں کو کسی نہ کسی درجہ میں ایثار وقناعت کے اجر وثواب کی امید میں کام کرنے) کے ساتھ اس چراغ کو روشن رکھنے اور اس کی روشنی دور دور اور دیر تک پہونچاتے رہنے کی کوشش وجانفشانی بھی جاری رکھنی چاہئے کہ اس دین کا ماضی، حال اور مستقبل ایمان ویقین، ایثار وتوکل اور عزم حالات اور تیز وتند آندھیوں میں بھی اس چراغ کو گل ہونے سے بچاتا رہا ہے اور بچاتا رہے گا۔ ؎

ہوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

میں اقبالؒ کے اس شعر پر گذارش کا اختتام کرتا ہوں کہ ؎

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

☆☆☆☆☆

تحریک ندوۃ العلماء

ندوۃ العلماء درحقیقت قدیم وجدید کی مصنوعی تقسیموں اور سطحی بحثوں سے بالاتر ہے، قدیم وجدید کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں، اسلام نہ قدیم ہے نہ جدید، نہ مشرقی ہے نہ مغربی، نہ ندوی ہے نہ دیوبندی، نہ علی گڑھی ہے اور نہ کچھ اور، وہ پانی، ہوا اور غذا کی طرح ہر زمانے میں یکساں، ہر شخص کے لئے ضروری اور آفتاب کی طرح ہمیشہ سے زندہ وتابندہ ہے، وہ ایک ازلی اور ابدی آسمانی پیغام ہے جو زمانہ وتاریخ، زبان وادب اور معاشرت واجتماع کے اثرات سے آزاد اور ماوراء ہے، اس لحاظ سے ندوۃ العلماء کی دعوت کو بھی کبھی قدیم وجدید کے چھوٹے چھوٹے پیمانوں سے ناپنا درست نہیں، جو عین اسلام کی دعوت، علوم نبوت کی ترجمانی واشاعت اور انبیاء علیہم السلام کی نیابت ووراثت ہے۔

مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

چراغ راہ

طلبائے علوم نبوت کے لیے چند نصیحتیں

ادارہ

۱۔طالبان علوم نبوت! امت کو تمہارے بلند عزائم وحوصلوں کی سخت ضرورت ہے، تم ہی کو امت کا معمار ومحافظ بننا ہے۔

۲۔تم بغیر صبر وتحمل، عاجزی وانکساری، کدوکاوش اور مکمل جاں گسلی کے علم کے فوائد سے بہرہ اندوز ہرگز نہیں ہوسکتے، شیخ الاسلام امام غزالی کا مشہور مقولہ ہے: "اعط العلم کلک یعطك العلم بعضہ" (یعنی علم کو اپنا سب کچھ سونپ دو تب علم تمہیں اپنا کچھ حصہ دے گا) تمہارا مطمح نظر صرف امتحان کی کامیابی نہ ہو بلکہ علمی سطح کو اونچا کرنا اور علمی بلندی مقصود ہو۔

۳۔اذان سنتے ہی مسجد روانہ ہوجایا کرو، اس لئے کہ حکم ربانی ہے: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ یادرکھو! جس شخص نے فرائض الٰہی کو ضائع کیا تو وہ دوسری چیزوں کو (مثلاً سنن ومستحبات) اور ہی ضائع کرے گا۔

۴۔تم ہی اپنے ادارہ کے اصل مقصود اور آبرو ہو، چنانچہ اپنے علم واخلاق، سیرت وکردار، محنت ولگن میں قابل تقلید نمونہ ہو۔

۵۔عوام الناس بہترین قیادت اور اعلیٰ نمائندگی کے ضرورت مند ہیں، اس بلند مرتبہ ومقام کے لئے تمہارا ہی انتخاب ہوا ہے، لہٰذا قوم نے تم سے جو نیک تمنائیں اور امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں، ان کو پوری کرو۔

۶۔نظم وضبط، پابندی سے درجہ میں حاضری، جہد مسلسل، درجہ کی حاضری، حصول کے لئے نہ صرف ضروری بلکہ بنیادی شرائط ہیں، درجہ سے غیر حاضر نہایت شدید ضرورت درپیش ہو تبھی ہو ورنہ نہیں۔

۷۔استاد جو تمہارے دل ودماغ کی صحیح تربیت کرتے ہیں، جس سے تمہاری دنیا وآخرت سنور جائے وہ درحقیقت تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا ان کی وہ عزت وتوقیر، ادب واحترام کرو جو ان کے شایان شان ہو۔

۸۔طالبان علوم نبوت کو علم اسلام اور دینی اخوت کا ہی رشتہ مربوط کرتا ہے۔

۹۔وہ طلباء جو بیرون ملک حصول علم کی غرض سے بھیجے جاتے ہیں، وہ اپنے اپنے ملک کے نمائندے ہوتے ہیں، لوگ ان کو دیکھ کر ان کے ملک کا اندازہ لگاتے ہیں، چنانچہ ان کو ایسے ہی کام کرنے چاہئیں جو ان کے ملک کے لئے باعث شرف وعزت اور ان کے خاندان واعزاء کے لئے باعث مسرت ہو۔

۱۰۔تمہاری مادر علمی تمہاری کامیابی اور سرخروئی چاہتی ہے، تمہارے حق میں بہتری وبھلائی ووسائل مہیا کرتی ہے، لہٰذا تم اپنے مقصد کے حصول اور مشکلات کو حل کرنے میں اپنے ادارہ سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہ کرو۔

۱۱۔ذمہ داریاں وقت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں، زندگی ہی اصل سرمایہ ہے اس لئے اس سے گھاٹے کا سودا مت کرو، نہ ہی اسے غیر مفید کاموں میں صرف کرو۔

۱۲۔اسباق کا اعادہ وتکرار شروع ہی سے جاری رکھو، سبق کو اچھی طرح سمجھ کر پڑھو، اس لئے کہ جس مضمون کو سمجھ کر پڑھوگے، اس سے تم کو مناسبت اور لگاؤ پیدا ہوگا ورنہ اس سے تمہارا دل گھبرا جائے گا، جیسا کہ عربی کا مقولہ ہے: "من کرہ شیئاً عاداہ"

۱۳۔نفع بخش مشغلہ (Hobby) اختیار کرو، اسی مشغلہ میں اپنا خارجی وقت صرف کرو، اس سے تم کو فائدہ وسکون حاصل ہوگا مثلاً ورزش، خارجی مطالعہ، معاشرہ وسوسائٹی کی لوٹ لوٹ خدمت، ان جیسے اور دیگر مشاغل میں اپنا وقت صرف کرو۔

۱۴۔طالبان علوم نبوت! رات کو سونے سے قبل کچھ وقت محاسبہ نفس کے لئے خاص کرلو۔ جس میں اپنے دن بھر کے مشاغل کا جائزہ لیا کرو اور اگر قابل اطمینان پاؤ تو خدا کا سجدۂ شکر بجالاؤ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو اللہ عزوجل سے مغفرت چاہو، ساتھ ہی بلند مقاصد، عزائم جلیل کی بھی نیت کرو: "حاسبوا أنفسکم قبل أن تحاسبوا وزنوا أعمالکم قبل أن توزن علیکم"۔ اللہ تعالیٰ ہی صراط مستقیم کا ہادی، معاون ومددگار رہے۔

☆☆☆☆☆

فکر و نظر

تعلیمی نظام میں تبدیلی قدیم سامراجی منصوبہ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

صلیبی جنگوں کے دوران مغربی دنیا کو یہ تجربہ ہوا کہ مسلمانوں کا شیرازہ خواہ کتنا ہی منتشر ہوا اور ان کے باہمی اور داخلی اختلافات ونزاعات کتنے ہی سنگین ہوں؛ لیکن جب ان کے مشترک دشمن کی طرف سے جنگ مسلط کی جاتی ہے تو وہ متحد ہوجاتے ہیں، ان کی ایمانی غیرت وحمیت بھڑک اٹھتی ہے اور خدا کے راستے میں شہید ہوجانے کا شوق وجذبہ ان کے دلوں میں موجزن ہوجاتا ہے، بعض مغربی رہنماؤں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ پورا یورپ متحد ہوکر بھی مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے پائے ثبات میں ذرا بھی تزلزل پیدا نہیں کرسکتا، جس کے اندر ایمانی غیرت وحمیت کا جذبہ موجزن ہو، چنانچہ مغربی دنیا کے رہنماؤں نے اس ایمانی طاقت وقوت کی رگوں کو کاٹنے اور اسکے سرچشموں اور سوتوں کو خشک کرنے کے لئے تعلیم وتربیت کا طریقہ اختیار کیا تاکہ نئے اقدار وروایات کا بیج بو کر عقلاء، دانشوروں اور محققین کو ان کے روایتی اقدار وروایات سے ہٹادیا جائے اور وہ اپنے آباء واجداد اور اسلاف کے طریقۂ کار کو بھول جائیں۔

چنانچہ مغربی دنیا نے اسکولوں، کالجوں اور تعلیمی اداروں کا ایک جال پھیلا دیا، اس کے لئے انھوں نے ایک خاص نصاب تعلیم تیار کیا، جس میں ایسے مضامین شامل کئے گئے جس سے تعلیم حاصل کرنے والے مسلم طلبہ اپنی روشن تاریخ اور شاندار ماضی کی طرف سے بدگمان ہوں اور اس کی طرف ذلت وحقارت آمیز نگاہوں سے دیکھیں اور اسلامی تشخص کے اہم عناصر سے محروم ہوجائیں، اس نظام تعلیم وتربیت کے اثر سے ان کے قلب، نظر اور ذہن ودماغ میں فساد پیدا ہو، ان کی عقلیں مغرب اور مغربی تہذیب ومدنیت کی چمک دمک سے مسحور ومرعوب ہوں، وہ اس کے گرویدہ اور سیا بن جائیں اور پھر تعلیم سے فراغت کے بعد مغرب ان کو اپنے سامراجی منصوبوں کی تکمیل کے لئے استعمال کرے یا پھر اپنے ملک اور معاشرہ میں مکمل طور پر ان کو ضم کرلے اور وہ اپنے معاشرہ سے الگ تھلگ ہوجائیں۔ مغربی دنیا کا تیار کردہ نظام تعلیم وتربیت ایسی کتب پر مشتمل ہے جن میں اسلام اور اسلامی عہد پر حملہ کیا گیا ہے۔

اس ثقافتی یلغار میں تمام سامراجی برابر ہیں، چنانچہ فرانس نے انیسویں صدی میں اپنے ناجائز مقبوضات الجزائر، مالی، سینگال، لبنان، شام اور دیگر ملکوں میں یہی روش اختیار کی۔ برطانیہ نے مصر میں یہی طریقہ اختیار کیا، اس نے مصر کے اسکولوں، مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اپنی زبان رائج کردی، اپنی تہذیب عام کی، ذہنوں میں قومی تہذیب کی تحقیر بٹھائی۔

ہندوستان میں بھی برطانیہ نے یہی کیا، بڑی حد تک انگریزی زبان کو تہذیب یافتہ اور عام بول چال کی زبان بنانے کی کوشش میں کامیاب ہوگیا، حالانکہ خود ہندوستان بہت سی مقامی ترقی یافتہ زبانوں کا گہوارہ ہے۔

مغربی سامراج نے عیسائی مذہب کی تبلیغ واشاعت کی ہمت افزائی کی، عیسائی مبلغین کو ہر طرح سہولت بہم پہنچائی، مستشرقین کی کتابوں کو فروغ دیا اور ان کو بہت سے اختیارات دے دیئے تاکہ آسانی کے ساتھ مقامی عقائد اور قومی تہذیبوں کے خلاف اپنی تخریبی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں۔

اس ثقافتی یلغار کا پہلا تجربہ یہ کیا گیا کہ مسلم طلباء کو یورپین یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا؛ لیکن یہ تجربہ مکمل طور پر مفید ثابت نہیں ہوا، تو عیسائی مشنریوں نے اسلامی ملکوں میں تعلیمی ادارے قائم کرنے کی اسکیم تیار کی تاکہ ایک بڑی تعداد ان اداروں میں تعلیم حاصل کرسکے، سب سے پہلے یہ رائے "دانیال بلس" (Danial Bliss) اور "ڈاکٹر ولیم ٹامس" (William Tomos) نے دی تھی، جنھوں نے ۱۸۶۱ء اور ۱۸۶۲ء میں اسلامی ملکوں میں اسکول اور کالجز قائم کرنے کے سلسلے میں غور کیا تاکہ بیک وقت خود مسلمانوں میں سے عیسائی مذہب کے مبلغ وداعی تیار کئے جاسکیں اور بڑی تعداد میں لوگوں کو متاثر بھی کیا جاسکے، ان دونوں کا اس پر اصرار تھا کہ ان تعلیمی اداروں میں تمام کے تمام ٹیچرس اور اساتذہ عیسائی مبلغین ہی رکھے جائیں، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ترکی، شام، مصر، لبنان اور عراق میں اسکول اور کالجز کھولے گئے اور ان اداروں کی طرف لوگوں کا زبردست رجحان ہوا، عیسائی مبلغین کی زیادہ تر توجہ اونچے

گھرانوں اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی طرف تھی، اس لئے کہ ملک کے حکمراں اور رہنما انھیں گھرانوں میں تیار ہوتے ہیں۔

مندرجہ ذیل بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ مغربی دنیا کے رہنماؤں نے مسلم نوجوانوں کے ذہن ودماغ اور قلب ونظر کو تعلیم کے ذریعہ بدلنے پر کتنا زور دیا ہے اور اس مقصد کے حصول میں عیسائی مبلغین کا کیا رول رہا ہے۔

''صموئل زویمر'' Samuel Zweimer [۱۸۶۱ء-۱۹۰۲ء] جو امریکی ہے، اپنی ایک رپوٹ میں کہتا ہے جو اس نے عیسائی مبلغین کی کانفرنس میں پیش کی تھی:

''یہ ضروری ہے کہ ہر میدان میں ساری توجہ مسلمانوں کی چھوٹی نسل پر دی جائے اور ساری جدوجہد اسی نسل کے درمیان دائر رہے تاکہ ان کا احاطہ کیا جاسکے اور براہ راست ان سے رابطہ قائم رہے، یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی ملکوں میں تمام دوسرے کاموں پر اس کو مقدم رکھا جائے، اس لئے کہ نئی نسل میں اسلامی روح کی روشنی بچپن ہی سے شروع ہوجاتی ہے لہٰذا اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی چھوٹی نسل کا شعور پختہ ہونے سے پہلے اس پر بھرپور توجہ دی جائے''۔

زویمر اپنی ایک دوسری رپوٹ میں جو اس نے عیسائی مشنری کانفرنس میں پیش کی تھی، اپنے مشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے:

''تمہارا مشن اسی پر ختم نہیں ہوجاتا کہ مسلمانوں کو عیسائی مذہب میں داخل کرلو، یہ تو ان کے لئے ہدایت اور باعث شرف بات ہوگی، بلکہ تمہارے مشن کا مقصد یہ ہے کہ تم مسلمانوں کو اسلام سے خارج کردو کہ اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی تعلق باقی رہے، نتیجتاً ان اقدار وروایات سے بھی ان کا تعلق ختم ہاجائے گا جن پر قومیں اپنی زندگی میں بھروسہ کرتی ہیں''۔

مسٹر ''ٹاکلی'' Takle کہتا ہے:

''یہ ضروری ہے کہ ہم اسکولوں اور مدارس قائم کرنے کی ہمت افزائی کریں، خصوصاً مغربی تعلیم پر ابھاریں، بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ انگریزی زبان سیکھنے سے ان کا ایمان واعتقاد وحتزلزل ہوگیا، اس لئے کہ مغربی درسی کتب کسی مشرقی مقدس کتاب پر ایمان واعتقاد کو مشکل بنادیتی ہیں''۔

''لوئیس ماسینیون'' Louise Massignon کہتا ہے:

''مشرقی طلباء جو فرانس تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں، ان کو عیسائی رنگ میں رنگنا ضروری ہے''۔

عیسائی مبلغہ ''اناملیگان'' Anna Milligan اونچے گھرانوں کی مسلم لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے:

''اسلام کے قلعہ تک پہونچنے کا راستہ اس تعلیم سے مختصر کوئی راستہ نہیں ہوسکتا، بلاشبہ یہ تعلیم نئی نسل کو عیسائی مذہب سے متاثر کرنے کا ایک طاقتور موثر ذریعہ ہے، اس طریقے سے جو اثر ڈالا جائے گا وہ دائمی ہوگا، یہاں تک کہ وہ لوگ بھی متاثر ہوجائیں گے جو عنقریب اپنے ملکوں کے رہنما بنیں گے''۔

''گپ'' Gibb تعلیم کے نتائج کے متعلق کہتا ہے:

''ان اسکولوں اور تعلیم گاہوں نے طلباء کے اخلاق کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیا، ان کے ذہن ومذاق کو تیار کیا اور سب سے اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ان اسکولوں اور مدرسوں نے طلبہ کو یورپین زبانیں سکھادیں، جس کے بعد وہ زندگی میں براہ راست یورپین فکر اور طرز حیات اپنا سکیں اور ان اثرات کو قبول کرسکیں جو ایام طفولت میں ان کے ذہن ودماغ پر مرتب ہوتے ہیں''۔

گپ مزید کہتا ہے:

''صحافت اور عصری تعلیمی اداروں کے ذریعہ جاری ہماری تعلیمی وثقافتی سرگرمیوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں پر ایسا اثر ڈالا ہے کہ وہ بڑی حد تک لادین ہوگئے ہیں''۔

یہ ثقافتی یلغار علانیہ طور پر اسلام کے سرچشموں کی طرف منتقل ہوگئی، چنانچہ ''گلاڈسٹون'' Gladston (۱۸۰۹-۹۸ء) نے یہاں تک جرأت اور گستاخی کی برطانیہ کی پارلیمنٹ میں قرآن شریف ہاتھ میں اٹھا کر کہا:

''جب تک یہ کتاب زمین پر باقی ہے، ہم مسلمانوں کو محکوم نہیں بنا سکتے''۔

''کرومر'' Cromer (۱۸۴۱ء-۱۹۱۷ء) نے جو مصر میں انگلینڈ کا نمائندہ تھا، کہا ہے:

''میں تین چیزیں مٹانے کے لئے آیا ہوں: قرآن، کعبہ اور ازہر''۔

مشرق میں عیسائی مبلغین کا رہنما ڈاکٹر زویمر کہتا ہے:

''ابتدائی اسکولوں میں تعلیمی پروگرام کی تقریباً نصف صدی پوری کرلینے کے بعد سامراجی سیاست نے مدرسوں سے قرآن کو خارج کردیا، پھر تاریخ اسلام کو نکال دیا اور اس طرح ایک ایسی نسل تیار کی جو مادیت پرست، تذبذب اور فکری وذہنی اضطراب میں مبتلا تھی، جسے نہ اپنے عقیدہ پر ایمان ویقین تھا اور نہ ہی دین کا پاس ولحاظ اور ملک کی آزادی کا خیال تھا''۔

''ڈاکٹر واٹسن'' Watson کہتا ہے:

''ہم مدارس اسلامیہ میں قرآنی تعلیم کے نتائج پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں، ہم کو مدارس اسلامیہ سے بڑا خطرہ لاحق ہے، کیونکہ قرآن اور اسلامی تاریخ یہ دونوں بڑے عظیم خطرے ہیں، جن سے عیسائی مشنری کو خوف لاحق ہے''۔

الجزائر کے ایک عالم نے شکایت کی کہ:

''علوم دینیہ کی تعلیم اس شرط کے ساتھ دی جاسکتی ہے کہ استاذ کسی ایسی آیت یا حدیث کی تفسیر وتشریح نہ کرے جو ''جہاد'' سے متعلق ہو اور نہ فقہ کی کتابوں میں ''جہاد'' سے متعلق ابواب میں سے کچھ پڑھائے، مشرق میں ان لوگوں کا پروپیگنڈہ جب عام ہوگیا، مسلمان لفظ ''جہاد'' سے نفرت کرنے لگے''۔

اس مقصد سے یورپ نے ایسے افکار ونظریات کی تائید کی جو جہاد کی ضرورت سے انکار کریں اور ایسے مفکرین کی ہمنوائی کی جو اس کو باطل قرار دیں، شوق جہاد اور حمیت اسلامی کو ختم کرنے کے لئے وسائل اختیار کریں۔

یہ مغربی قائدین اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے سامراجی اغراض ومقاصد اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب مسلمانوں کا ان کے شرعی اور دینی مصادر وماخذ سے تعلق ختم کردیا جائے، چنانچہ ان لوگوں نے اس مقصد کے حصول وتکمیل کے لئے متعدد طریقے اختیار کیے، مثلاً:

۱۔ فصیح عربی زبان کے خلاف تحریک، مدارس قرآنیہ کی تحقیر، اہل دین کے بارے میں حقارت کے احساسات کو فروغ دینا۔

۲۔ شرعی اور دینی مصادر وماخذ کے تئیں ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

۳۔ ان مصادر وماخذ میں علمی وتاریخی مسائل کھڑے کرنا۔

۴۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات وشخصیت اور صحابۂ کرام کی سیرت پر کیچڑ اچھالنا۔

۵۔ اسلامی تاریخ اور اسلامی کارناموں پر حملے، مسلمانوں کے مختلف مسلکوں کے ماننے والوں میں کشمکش پیدا کرنا، وغیرہ۔

مغرب کے پریس نے موضوعی تحقیق کے نام پر قرآن، حدیث، اسلامی تاریخ، دعوت اسلامی، مسلمانوں کے طرز زندگی اور اسلامی تہذیب وتمدن پر ایسے مقالات اور تحقیقات شائع کیے جو دلوں میں دین اسلام سے نفرت وکراہیت پیدا کریں اور ذہنوں میں شکوک وشبہات داخل کریں اور یہ مقالات اور تصنیفات اعلیٰ تعلیم کے نصاب درس میں شامل کی گئیں، صرف یورپین یونیورسٹیوں ہی میں نہیں بلکہ اسلامی ملکوں کی تعلیم گاہوں میں بھی اور حکمرانوں نے ان لوگوں کی ہمت افزائی کی جو ایسی تحقیقات پیش کریں، جو دینی جذبات کو مجروح کریں یا مقدسات اور مسلمات کے بارے میں شکوک پیدا کریں یا مسلمانوں میں ہیجان پیدا کریں۔

مغرب نے اپنے مقاصد ایسے نظام تعلیم وتربیت کے ذریعہ حاصل کیے جن کی بنیاد ایک طرف خالص علمی اور عقیدہ واخلاقیات سے خالی تھی تو دوسری طرف ان کی بنیاد قدیم سے بغاوت پر تھی، چنانچہ اس نظام تعلیم وتربیت کے اثر سے ایک ایسی علمی نسل وجود میں آئی جو روحانیت سے خالی تھی اور اپنے اسلاف کی ''میراث'' کی باغی تھی یعنی اسلامی تہذیب ومدنیت، اقدار وروایات، عقائد اور اسلامی سلوک کی باغی تھی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''اسلام اور مغربیت کی کشمکش'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''یورپ سے تعلیم پاکر آنے والے عرب فضلاء کی حالت یہ تھی کہ مغربی روح ان کے اندر پوری طرح سرایت کرچکی تھی، وہ اسی کے دماغ سے سوچتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اسی کے پھیپھڑوں سے سانس لیتے تھے، وہ اپنے مستشرق اساتذہ کی صدائے بازگشت بن کر وہی خیالات ونظریات پورے یقین ووثوق اور پورے جوش وسرگرمی کے ساتھ اپنے ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتے دنیا کے کسی گوشہ میں اگر کوئی مستشرق کوئی نظریہ یا خیال پیش کرتا تو مصر میں نہ صرف اس کی حمایت کرنے والا بلکہ پورے خلوص اور پورے زور قلم اور انشاپردازی کے ساتھ اس کا شارح اور داعی کوئی نہ کوئی ادیب اور مفکر اسی وقت مہیا ہوجاتا، مثلاً قرآن کریم کا انسانی تعبیر ہونا، دین وسیاست کی تفریق، اسلام کی نظام حکومت سے یکسر بے تعلقی، سیکولرزم کی دعوت، حدیث کی قیمت اور حجیت سے انکار، سنت کی صحت سے انکار۔

اسی سلسلے میں W.C.Smith Islam in Modern History میں لکھتا ہے:

''بہت سے مسلمان نوجوانوں نے مغرب کا سفر کیا اور یورپ کی اسپرٹ اور اقدار سے انہوں نے واقفیت حاصل کی اور ایک حد تک وہ اس کے گرویدہ ہوئے، یہ بات ان طلباء پر خصوصیت کے ساتھ صادق آتی ہے جو یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے ہیں''۔

یورپین فکر کے موافق تیار ہوئی یہ نئی نسل ایک

طویل عرصہ سے پوری دنیا میں قیادت اور اثر ورسوخ کی اہم جگہوں پر فائز ہے، جو ہر اس چیز پر ایمان رکھتی ہے جس کی مغرب تلقین کرتا ہے، یہ نسل مغرب کے مقاصد کی تکمیل میں لگی ہوئی ہے اور یہ یورپین مدارس مسلسل ایسے مثقفین کی کھیپ تیار کررہے ہیں جو اکثر مسلم ملکوں میں قیادت اور اس کی تعلیم گاہوں میں نئی نسلوں کی ذہنی تربیت کی ذمہ دار ہے۔

گزشتہ بیس سالوں میں عالمی سطح پر رونما ہونے والے واقعات نے عالمی مسائل کے تعلق سے مغربی ملکوں کے موقف نے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کردیے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ کھلے ذہن سے مطالعہ کرنے والوں کے ذہن میں مغرب کی افترا پردازیاں، بہتان تراشیاں، مکروفریب اور جھوٹ عیاں ہونے لگا ہے اور متعدد اہل فکر نے ان پر تنقید شروع کردی ہے، اہل قلم مغربی حکمرانوں کی مشرق کے ساتھ اور خاص طور پر مسلم ملکوں کے ساتھ بدسلوکی اور عالمی مسائل حل کرنے میں ان کے دوہرے معیار نے عوام کے ذہن میں شکوک وشبہات پیدا کرنا شروع کردیا ہے، ان کا مشاہدہ ہے کہ خود ان کے ملکوں کے حکمراں مغرب کے حلیف اور مؤید ہیں اور عوام کے ساتھ جبر وقہر کا معاملہ کررہے ہیں اور وہ اپنی قوم کے مسائل حل کرنے میں ان کے ناموس ووقار کے دفاع میں اور ملک کی امن وسلامتی کے دفاع میں ناکام ہوچکے ہیں اور جن تحریکوں نے ملک کے چھینے ہوئے وقار اور عظمت کو دوبارہ واپس لانے کی کوشش کی، وہ ظلم وزیادتی اور قید وبند سے دوچار ہورہی ہیں، حق کا اعلان کرنے والے اور اصلاح کی کوشش کرنے والے ظلم کا شکار ہورہے ہیں۔

اس صورت حال کا احساس عصری دانش گاہوں اور یونیورسٹیوں کے ان فاضلین کو زیادہ ہوا، جن کے دلوں میں دینی غیرت وحمیت اور خودداری کا جذبہ موجزن تھا، جیسا کہ دینی درسگاہوں کے تعلیم یافتہ افراد کو احساس ہوا، اسی احساس وشعور اور جذبہ نے دونوں خیموں کے درمیان دینی غیرت اور قومی حمیت کا پل قائم کردیا، جس کو سامراجی تعلیم نے دو مخالف کیمپوں میں بانٹ رکھا تھا۔

ان واقعات نے جن سے دلوں اور ذہنوں میں انقلاب پیدا ہوا، جو فطری تھا، مغربی ملکوں کو یہ وارننگ دی کہ ثقافتی اور فکری یلغار کے راستہ سے نئی تعلیم وتربیت کے ذریعہ جو کوششیں کی گئی تھی وہ سراب ثابت ہوتی جارہی ہیں اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں اسلامی بیداری کی لہرنے مغربی ملکوں کے اس اعتقاد کو غلط ثابت کردیا کہ دلوں میں ایمان ویقین کی چنگاری بجھ چکی ہے اور وہ راہ حق میں قربانی اور جاں نثاری کا جذبہ سرد پڑچکا ہے، چنانچہ مغرب نے پھر وہی پرانا ہتھکنڈہ ”تعلیم“ کو استعمال کیا؛ لیکن اس مرتبہ ساری توجہ اور پورا زور دینی تعلیم کے اداروں پر مرکوز کردیا ہے جو دراصل اس بیداری کا باعث ہیں، اس نے ان ہی مدارس کو دینی شعور اور اسلامی بیداری کا سرچشمہ سمجھ لیا ہے کہ مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم اور نظام تربیت ہی اس بیدار مغز اور انقلابی نسل کے ظہور کا ذمہ دار ہے، چنانچہ مغرب نے پوری دنیا میں مدارس اسلامیہ کے خلاف مہم شروع کردی ہے اور مغربی تسلط سے چھٹکارہ پانے اور حصول آزادی کی جدوجہد کو دہشت گردی قرار دے کر تمام حکمرانوں کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول کرادی جس نے مغربی تسلط واقتدار کو چیلنج کردیا ہے۔

دینی مدارس کے خلاف موجودہ عالمی مہم حقیقت میں وہی پرانا ہتھکنڈہ ہے جسے مغرب نے یورپین سامراج پھیلنے سے پہلے آزمایا تھا، یہ کوششیں مغرب کے غلط اندازے، غلط فہمی، حقیقت سے عدم واقفیت اور حقائق سے چشم پوشی پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے کہ مغربی تسلط سے نجات پانے کی تحریکیں فطری ہیں اور یہ خود مغربی نظام تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہیں؛ کیونکہ مغرب کی تعلیمی فکری بنیاد آزادی ہے اور آزادی مغربی تہذیب کا پہلا نشانہ ہے، چنانچہ آزادی پسند تحریکوں کو دہشت گرد گردانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

نصاب تعلیم میں تبدیلی کا مطالبہ، درسی کتب سے غلامی کے خلاف جدوجہد سے متعلق مواد کو حذف کرنے کا مطالبہ، اجنبی اقدار روایات کی تطبیق کا مطالبہ اور قومی تشخص کے رموز مٹادینے کا مطالبہ، یہ سارے مطالبات وہی پرانی کوششیں ہیں جو انیسویں صدی میں سامراج نے کی تھیں، ان پرانی کوششوں اور نظام تعلیم وتربیت بدل دینے کی موجودہ عالمی کوششوں میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ اسلامی مدارس کے خلاف موجودہ عالمی مہم دوسوسال پرانے فارمولہ کا اعادہ اور تکرار ہے، یہ مہم ظالمانہ اور استعماری کوشش ہے جو قومی بالادستی اور آزادی کے تصور کے منافی ہے۔

☆☆☆☆☆

حالات حاضرہ

لازمی حق تعلیم قانون اور دینی مدارس واقلیتی ادارے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ہمارا ملک ہندوستان آج کل معاشی ترقی اور سپر طاقت بننے کے جذبہ کے تحت مغرب کے سامنے سر جھکانے ہی کو نہیں بلکہ بچھ جانے اور لیٹ جانے کو تیار ہے، چاہے اس کے لئے اس ملک کی اخلاقی روایات کو پس پشت ڈالنا پڑے اور اپنی پہچان کو گم کرنے کی نوبت آجائے، اسی لئے مغربی طاقتوں کے اشارے پر یہاں بھی مدارس کو نشانہ بنایا جارہا ہے، پہلے تو دینی درسگاہوں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دینے کی کوشش کی گئی؛ لیکن آج تک دہشت گردی کے ایک واقعہ کے سلسلہ میں بھی اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ اس کا تعلق مدارس سے تھا، اس کے بعد ڈرانے کے بجائے لالچ دینے کا اور ترہیب کے بجائے ترغیب کا راستہ اختیار کیا گیا، مرکزی مدرسہ بورڈ کا تصور پیش کیا گیا کہ اساتذہ کے لئے تنخواہیں فراہم کی جائیں گی اور ماڈرن ایجوکیشن کے لئے انفراسٹرکچر کا نظم کیا جائے گا؛ لیکن حکومت کے عزائم کو بھانپتے ہوئے اور بعض ریاستوں میں قائم سرکاری مدرسہ بورڈ کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے مدارس نے اسے رد کردیا اور کسی قابل ذکر ادارہ نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا، تو اب حکومت نے مدارس کو ختم کرنے کا بالواسطہ طریقہ کار اختیار کیا ہے جو مدرسہ بورڈ سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور وہ ہے حق تعلیم سے متعلق پاس ہونے والا قانون۔

یہ قانون اپنے نام کے اعتبار سے اتنا خوبصورت اور پرکشش ہے کہ جس کسی نے سنا، اس کی داد دی؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ قانون نہ صرف دینی مدارس بلکہ عصری تعلیم کی اقلیتی درسگاہوں کے لئے بھی سخت نقصان دہ ہے بلکہ عمومی طور پر بھی تعلیمی معیار کے اس سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے، اس سلسلہ میں چند نکات پیش کئے جاتے ہیں جن پر گہرائی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ یہ قانون چھ سال سے لے کر چودہ سال کی عمر تک کے بچہ کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرتا ہے، تعلیم سے مراد وہ تعلیم ہے جو حکومت کی نظر میں قابل قبول ہو، جس کی تشریح ایک الگ شیڈول میں کی گئی ہے، سائنس، ریاضی، سوشل سائنس، زبانیں، آرٹ، جسمانی صحت اور حرفت کی تعلیم اس میں شامل ہے، گویا پوری عصری تعلیم، پھر باب (۱) دفعہ ۳ کی شق (این) کے تحت تعلیم گاہ سے مراد گورنمنٹ کا تسلیم شدہ اسکول ہے پھر مذکورہ شیڈول میں تمام سہولتوں کی تفصیل بھی موجود ہے کہ عمارت کیسی ہو، کھیل کا میدان کس طرح کا ہو، طلبہ کی کتنی تعداد پر کتنے ٹیچر ہوں اور کن کن مضامین کے لئے الگ الگ اساتذہ مقرر کئے جائیں؟ اس بات کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ داخلہ کے لئے بچوں کے امتحان اور صلاحیت کو ضروری نہ قرار دیا جائے، بلکہ ان کی عمر کے لحاظ سے ان کا درجہ متعین کیا جائے، اب صرف ان ہی قواعد کے پس منظر میں دینی مدارس کے نظام کو دیکھئے، دینی مدارس بحیثیت ایک تعلیم گاہ کے حکومت کے تسلیم کردہ نہیں ہیں، دینی مدارس میں یہ سارے عصری مضامین نہیں پڑھائے جاسکتے، ورنہ طلبہ پر ناقابل برداشت بوجھ ہوجائے گا اور مدارس کا اصل مقصد فوت ہوکر رہ جائے گا، گورنمنٹ جو انفراسٹرکچر پرائیوٹ اداروں کے لئے متعین کرتی ہے- حالانکہ گورنمنٹ خود اپنے اداروں کے لئے اس کا نصف بھی مہیا نہیں کرتی -وہ عصری درسگاہوں کے لئے ایک حد تک قابل قبول ہوسکتی ہے کیوں کہ یہ تجارتی بنیادوں پر چلتے ہیں اور طلبہ وطالبات سے نہ صرف معقول فیسیں وصول کی جاتی ہیں بلکہ ڈونیشن کے نام پر خطیر رقوم بھی حاصل کی جاتی ہیں، دینی مدارس جو خیراتی بنیاد پر کام کرتے ہیں اور مفت تعلیم فراہم کرتے ہیں، ان کے لئے اتنے وسائل کا مہیا ہونا آسان نہیں ہے، غرض کہ اس قانون کے لحاظ سے دینی مدارس کی تعلیم لازمی حق تعلیم کے معیار کو پورا نہیں کرسکے گی، اگر ایک طالب علم یا سرپرست بھی گورنمنٹ کو اپنی شکایت پیش کردے تو ان اداروں کا چلانا جرم متصور ہوگا اور ذمہ داران خطیر جرمانہ اور سزائے قید کے مستحق قرار پائیں گے، اس صورت حال سے کوئی بھی ایسا ادارہ مستثنیٰ نہیں ہے، جو چھ سال سے چودہ

سال تک کے بچوں کو تعلیم دیتا ہے۔

دینی مدارس کے علاوہ اندیشہ ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کے عصری تعلیم سے متعلق اداروں پر بھی اثرانداز ہو، چنانچہ چند نکات یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ قانون کی دفعہ ۲(B.C) اقلیتی تعلیمی اداروں کو بھی اس بات کا پابند بناتی ہے کہ وہ پچیس فیصد بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے، یہ دفعہ اقلیتوں کے تعلیمی اداروں میں مداخلت کا راستہ فراہم کرتی ہے، کیوں کہ ایک تو مسلمان معاشی اعتبار سے اتنے پسماندہ ہیں کہ وہ زیادہ فیس ادا نہیں کرسکتے، پھر جب پچیس فیصد بچوں کو مفت تعلیم دینی ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ۷۵ فیصد طلبہ وطالبات بقیہ پچیس فیصد بچوں کے تعلیمی اخراجات کو بھی برداشت کریں، اس طرح اقلیتوں کے لیے یہ تعلیم مزید گراں ہوکر رہ جائے گی، پھر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ بقیہ ۲۵ فیصد بچے مسلمان بھی ہوسکتے ہیں اور غیر مسلم بھی، اقلیت کے بھی ہوسکتے ہیں اور اکثریت کے بھی، تو اقلیتیں اسکول کے لئے انفراسٹرکچر فراہم کریں، مسلمان اپنے غریب بھائیوں سے پیسے وصول کریں اور تعلیم دیں اکثریتی فرقہ کے بچوں کو، کیا یہی انصاف کا تقاضہ ہے؟؟ اگر حکومت ان پچیس فیصد بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری خود قبول کرتی، تب یہ بات قابل عمل بھی ہوتی اور قرین انصاف بھی۔

تعلیمی نفسیات اور اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ بات مناسب ہوتی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے الگ الگ درسگاہیں قائم ہوں، آج کل پانچویں جماعت کے بچے خاصے باشعور ہوجاتے ہیں اور صنفی مسائل کے بارے میں بھی وہ بے خبر نہیں رہتے، اس لیے چھٹی جماعت سے بہت سے مقامات پر گرلس اسکول الگ کردیئے جاتے ہیں، یہ لڑکیوں ہی کے لئے خصوصی اسکول، اسکولوں میں بڑھتے ہوئے مجرمانہ افکار سے بچاؤ کے لئے بھی ایک مفید، مناسب اور ضروری تدبیر ہے؛ لیکن اس قانون کی دفعہ ۳، شق ۱، چھ سال سے چودہ سال تک کی عمر کے ہر بچہ کو اپنے قریبی اسکول میں مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیتی ہے، اس میں لڑکے اور لڑکی کا کوئی امتیاز نہیں، یعنی قانون کے اطلاق کے لحاظ سے اگر کسی گرلس اسکول میں کچھ لڑکے داخلہ کے لئے اصرار کریں یا بوائز اسکول میں کچھ لڑکیاں داخلہ کے لئے بضد ہوں تو اسکول کی انتظامیہ انھیں روک نہیں سکتی اور ہماری عدالتیں جس طرح آج کل الفاظ کا کھیل کھیل رہی ہیں اور اپنے فیصلوں کے ذریعہ ہندوستان میں مغربی معاشرت کو تقویت پہنچارہی ہیں اس کے تحت یہ بات چنداں قابل تعجب نہیں کہ اگر اس طرح کا کوئی مقدمہ عدالت میں پہنچ جائے تو وہ بھی اسکول انتظامیہ کو ایسے داخلوں کا پابند بنائے، اس طرح وہ مقاصد فوت ہوکر رہ جائیں گے جن کے لئے علاحدہ گرلس یا بوائز اسکولس کیے جاتے ہیں۔

☆ دفعہ ۶، شق ۱ میں کہا گیا ہے کہ ان اداروں مین وہی نصاب پڑھایا جائے گا جو گورنمنٹ کا مرتب کردہ ہے۔

عام طور پر مسلم اسکولوں میں قرآن مجید اور دینیات کی بھی تعلیم دی جاتی ہے یا سیرت نبوی ﷺ اور تاریخ اسلام پڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، جو مسلمان بچوں اور بچیوں کے لئے نہایت ضروری ہے؛ لیکن یہ دفعہ انھیں کسی زائد مضمون کے پڑھانے میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور اگر معاملہ عدالت تک پہنچ جائے تو یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ اسکول زائد از نصاب مضمون پڑھانے سے اجتناب کرے، نیز اس کے لئے بچوں پر زیادہ تعلیمی بوجھ کا بہانہ بھی تراشا جاسکتا ہے۔

☆ دفعہ ۱۳ میں اسکول کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اسکول میں داخل کیے گئے بچوں کے والدین اور سرپرستوں سے کوئی عطیہ یا فیس وصول نہیں کرسکتا، اسی دفعہ کی شق A میں اس کو مزید مؤکد کیا گیا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر جرمانہ کی مقدار متعین کی گئی ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ حکومت نے اساتذہ اور انفراسٹرکچر کے لئے جو معیار بنایا ہے، اگرچہ کہ حکومت خود اپنے اسکولوں میں اس کو پورا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی ہے؛ لیکن پرائیویٹ اسکولوں میں سختی کے ساتھ اس کو نافذ کرنے کی کوشش کرتی ہے، اب اگر اقلیتی اسکولوں پر یہ پابندی ہو کہ وہ کسی طالب علم سے عطیہ نہیں لیں گے، تو آخر وہ اس معیار کو کیسے پورا کرسکیں گے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے تعلیمی اداروں کا وجود خطرہ میں پڑجائے گا، اس لئے عطیہ کے سلسلہ میں کوئی حد متعین کردینا تو واجبی عمل ہوگا؛ لیکن اس سے مطلق روک دینا بہت سے اداروں کے وجود کے لئے خطرہ پیدا کردے گا۔

☆ دفعہ ۲۰ میں ایک مضحکہ خیز بات یہ کہی گئی ہے کہ اسکول کی کمیٹی میں تین چوتھائی ممبران طلبہ وطالبات کے والدین اور سرپرستان ہوں گے،

ان میں پچاس فیصد عورتیں ہوں گی اور محروم وپسماندہ طبقات کی بھی مناسب نمائندگی ہوگی۔

غور کیجئے یہ 'معجون مرکب' قسم کی کمیٹی اسکول کا کیا حشر کرے گی؟ اسکول کے لئے ایسی انتظامیہ مطلوب ہوتی ہے جو تعلیمی امور سے واقف ہو، انتظام کی صلاحیت رکھتی ہو اور اسکول کے مفاد کو مقدم رکھتی ہو، بچوں کے اولیاء کا ان صلاحیتوں کا حامل ہونا ضروری نہیں اور خاص کر خواتین کے ممبر ہونے اور نہ ہونے سے اسکول کا کوئی نفع ونقصان متعلق نہیں، ایسی انتظامیہ درحقیقت اسکول کے تعلیمی نظام کو برباد کر کے رکھ دے گی۔

☆ دفعہ ۲۳ کی شق ۱: میں اساتذہ کے لئے معیار مقرر کیا گیا ہے اور اسی کے مطابق اساتذہ کا تقرر ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اس سے یہ مسئلہ کھڑا ہوسکتا ہے کہ مسلمان تعلیمی ادارے بعض دفعہ کسی حافظ یا عالم کو مدرس مقرر کرتے ہیں، تاکہ وہ بچوں کو قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم دے سکیں، حالانکہ وہ گورنمنٹ کے تعلیمی نظام کے اعتبار سے سند یافتہ نہیں ہوتے ایسی صورت میں انگلی اٹھ سکتی ہے کہ انھیں استاذ مقرر کرنے کا قانونی جواز کیا ہے؟ اسلئے گورنمنٹ کے مقرر کیے ہوئے مضامین کے لئے تو اساتذہ کا وہ معیار قابل قبول ہوسکتا ہے، زائد مضامین کے لئے نہیں اور قانون میں اس کی صراحت ہونی چاہئے۔

☆ دفعہ ۲۹ شق (F) میں کہا گیا ہے کہ "جہاں تک ممکن ہوگا بچے کو اس کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے گی"۔

یہ دفعہ اردو زبان کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے، ماہرین تعلیم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے مادی زبان سے بہتر کوئی اور ذریعہ تعلیم نہیں اور ملک میں زیادہ تر مسلمانوں کی -سوائے چند صوبوں کے- مادری زبان اردو ہے، اردو ذریعہ تعلیم پر حکومت کے توجہ نہ دینے کی وجہ سے آج اردو قارئین کا دائرہ کم سے کم تر ہوتا جارہا ہے، زبانیں مشاعروں اور کچھ ادباء کی پذیرائی سے زندہ نہیں رہتی ہیں، بلکہ تعلیم سے زندہ رہتی ہیں، اس لئے حکومت کو ذمہ داری قبول کرنی چاہئے کہ وہ بچوں کے لئے ان کی مادری زبان میں تعلیم کا نظم کرے گی- "جہاں تک ممکن ہوگا"- کے الفاظ پہلوتہی برتنے اور لسانی اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی روا رکھنے کا راستہ فراہم کرتے ہیں۔

غرض کہ یہ قانون اپنی بہت سی خوبیوں کے باوجود اقلیتوں کے تعلیمی اداروں کے لئے بے حد نقصاندہ بھی ہوسکتا ہے، اس لئے مسلمان اقلیتی اداروں کو خصوصاً اور مسلمان مذہبی اور سیاسی تنظیموں کو عموماً بلاتاخیر اس بات کی مہم چلانی چاہئے کہ جو ادارے دستور کی دفعہ: ۳۰ میں اقلیتوں کو دیے گئے حقوق کے دائرہ میں قائم کیے گئے ہیں، انھیں اس قانون سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تاکہ وہ اپنے مذہبی، تہذیبی اور لسانی تشخص کے ساتھ اپنے ادارے چلاسکیں، اپنے آپ کو مداخلت سے محفوظ رکھ سکیں اور آئین کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے اداروں کو اپنے منشاء کے مطابق چلانے میں انھیں کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہو۔

دینی مدارس اور عصری اقلیتی اداروں کے ذمہ داران، سیاسی قائدین، دانشوروں اور ملی تنظیموں کو پوری گہرائی کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنے اور اس کا تدارک کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ 'میٹھا زہر' ہے، اس کے عنوان کی مٹھاس نے لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے؛ لیکن حقیقت میں یہ مسلمانوں کی شناخت کے لئے جان لیوا ہے۔

☆☆☆☆☆

مولانا مخدوم حسین مفتاحی کا حادثۂ وفات

مورخہ ۱۹ر شوال المکرم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۸ر ستمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے سمدھی اور دارالعلوم کے دفتر اہتمام سے منسلک مولوی عبداللہ مخدومی ندوی کے والد بزرگوار مولانا مخدوم حسین مفتاحی کا ۷۰ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم عرصہ دراز سے بیمار تھے، اس بیماری کو انہوں نے صبر وشکر کے ساتھ برداشت کیا بالآخر وقت موعود آپہونچا اور انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مولانا مرحوم نے مولانا مسیح اللہ خاں جلال آبادیؒ کی خدمت وصحبت میں ایک طویل عرصہ گذارا، انہوں نے دارالعلوم عالمگیر احمد نگر کی تجدید کی اور مدرسہ مدینۃ العلوم کے اہتمام کا فریضہ بھی اخیر عمر تک انجام دیا۔ مولانا مرحوم ندوہ اور اہل ندوہ خصوصاً مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور انکے خانوادے سے والہانہ تعلق رکھتے تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

نوائے دل

آخری قسط

طلبائے مدارس کے سرپرستوں سے چند باتیں

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی والدہ کی تربیت کا انداز

ہمارے اس ملک میں بھی کیسے کیسے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں، ہمارے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ جن کا نام ساری دنیا میں ہے ان کی بھی کیا حیثیت تھی، وہ بھی یتیم تھے، ان کی والدہ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ بھی سن لیجئے۔

تربیت کس طرح ماں کرتی ہے اس کے بھی دو تین نمونے ابھی بیان کئے دیتا ہوں جس سے اندازہ ہوجائے کہ ماں کا رول کیا ہے؟ مولاناؒ کی کتاب ہے: ''خواتین اور مولانا کے خطوط''۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت مولاناؒ نے انگریزی پڑھنی زیادہ شروع کردی، محنت زیادہ انگریزی میں شروع کردی اور حضرت مولانا کی نیت تو اس وقت بھی ٹھیک تھی، وہ انگریزی اس لئے پڑھ رہے تھے کہ جو انگلش زدہ اعتراضات واشکالات کرتے رہتے ہیں تو اس کا جواب دے سکیں؛ لیکن والدہ یہ سمجھیں کہ عربی چھوڑ کر انگلش پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے وہاں سے خط لکھا آج سے سو سال پرانی بات ہے، لکھا: ''علی میں نے سنا ہے انگریزی کی طرف تمہاری توجہ زیادہ ہوگئی ہے، دیکھو تمہارے خاندان میں جتنے بزرگ ہیں، پھر کئی بزرگوں کے نام لکھے، مولانا سید احمدؒ، مولانا امینؒ، بہت سے بزرگوں کے نام لکھے اور کہا ان سب کو جو مرتبہ ملا وہ عربی کی وجہ سے ملا ہے، تم عربی کی طرف توجہ زیادہ کرو اور اسی کو پڑھو اور میں نے تم کو عربی پڑھنے ہی کے لئے بھیجا تھا، پھر یہ لکھا کہ علی میری تم تنہا اولاد ہو، اگر میری سو اولادیں ہوتیں تو سب کو عربی میں لگاتی، اب جبکہ تم میری تنہا اولاد ہو تو سو کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں۔''

ظاہر ہے حضرت مولاناؒ کی والدہ کی نیت کیا تھی؟ سو کی نیت انہوں نے کی تو مولانا میں سو کا بدل نہیں لاکھوں کا بدل دیا، ان کے جیسا تو ہزاروں سال میں پیدا ہوتا ہے، تو یہ والدہ کی نیت کی بات تھی، انہوں نے کہا کہ سو ہوتے تو سب کو یہی پڑھاتی اور جہاں تک تربیت کا تعلق ہے اس کے بھی ایک دو نمونے میں پیش کئے دیتا ہوں کہ ان کی والدہ کا نظریہ کیا تھا؟ ہر اس کام سے اپنے بچے کو بچاتی تھیں جو دینی ترقی میں اللہ کے یہاں مقبولیت اور محبوبیت کے راستے میں مانع ہوتا ہے، بچپن سے اس کی تربیت حضرت مولاناؒ کی والدہ نے فرمائی۔

حضرت مولاناؒ نے فرمایا: میری والدہ نے بچپن سے اپنی غلطی کو غلطی تسلیم کر لینے اور اپنے بڑوں اور چھوٹوں کے سامنے معافی مانگنے کی عادت ڈالی، اس کی وجہ سے میں کبھی اکڑتا نہیں تھا دو باتیں خاص طور سے جس کی طرف وہ توجہ دیتی تھیں کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی اور میں نے اپنے گھر کے کسی فرد کے ساتھ یا اپنے گھر میں کام کرنے والے کسی لڑکے یا لڑکی، وہ لوگ بالکل معمولی درجہ کے لوگ تھے ذرا سی اگر زیادتی کی تو فوراً معافی منگواتی تھیں اس میں دیر نہیں کرتی تھیں۔ ایک بار جو عورت گھر میں کھانا پکاتی تھی اس کے لڑکے کو مولاناؒ نے مار دیا تو فوراً جیسے ہی ان کو اطلاع ہوئی، مولانا کو بلایا اور اس بچے کو بلایا اور بچے سے کہا کہ تو بھی اس کو مار، علی کو مار، ابھی میرے سامنے مار، تو ظاہری بات ہے گھر میں کھانا پکانے والی عورت کا بچہ کیسے مار سکتا ہے، ہمت ہی نہیں ہے اس کے اندر مارنے کی، تو انہوں نے یہ کیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر مولاناؒ کو مارا اور مولاناؒ سے کہا اب معافی بھی مانگو، تو مولاناؒ نے لکھا ہے اور کہتے بھی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے یہ بات نکال دی، مجھے معافی مانگنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، اگر مجھے غلطی کا احساس ہوجائے تو میں فوراً معافی مانگ لیتا ہوں اور پھر مولاناؒ نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔

حضرت مولانا ندویؒ کی خاص نصیحت بلکہ وصیت

ایک دفعہ حضرت مولانا نے اپنے گھر کے بچوں کو جمع کیا اور افراد خاندان کو جمع کرنے کے بعد فرمایا: ''دیکھو! میں نے تم لوگوں کو ایک خاص وجہ سے بلایا ہے، اس وقت میں تاریخ کا طالب علم ہوں اور ہر جگہ سے تقریباً واقف ہوں، بڑے بڑے خاندان، اولیاء اللہ، علماء کے خاندان ختم ہوگئے، ان کی اولاد میں بے دینی آگئی اور

اولادیں بگڑ گئیں، دوسرے راستے پر پڑ گئیں، دیکھو! تین باتیں میں تم سے کہتا ہوں اگر ان پر عمل کروگے تو انشاء اللہ تمہارا خاندان چلتا رہے گا اور تمہارے یہاں اچھے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے، پھر مولاناؒ نے تین باتیں بتائیں، وہ تین باتیں حضرت مولاناؒ کے عمل میں تھیں اور اپنے بچوں سے عمل کرواتے تھے کہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی حضرت مولاناؒ نہیں ہونے دیتے تھے، ہم لوگوں کے ساتھ بھی حضرت مولانا کا یہ معاملہ رہا۔

(۱) پہلی بات حضرت مولاناؒ نے یہ فرمائی: ''کبھی ظالم نہ بننا مظلوم بن جانا''۔ یہ بہت اہم بات ہے، یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے جو اوپر گذرا کہ بچے کو مارا تھا اور بچہ مسوس کے رہ جاتا یعنی گھر میں جو خدمت گار بچے ہوتے ہیں، گھر میں کام کرنے والی عورتیں بیچاری غلاموں کی طرح ہوتی ہیں، ان کے بچے بھی اسی طرح ہوتے ہیں، تو گھر کے بچے ان کے ساتھ معاملہ اچھا نہیں کرتے اور ان کے ساتھ زیادتی کر بیٹھتے ہیں، یہ ظلم ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ظلم پسند نہیں، یہ معمولی ظلم ہے، ظلم کی بہت سی شاخیں ہیں۔

''ظالم نہ بننا مظلوم بن جانا'' تو انشاء اللہ تم ترقی کروگے؛ لیکن اگر ظالم بنوگے تو پھر تم ترقی نہیں کرسکتے وہیں سے تمہارا راستہ بدل دیا جائے گا اور اللہ کی طرف سے پکڑ آئے گی۔

ظلم کی بہت سی شکلیں ہیں، ہر شکل سے اپنے کو بچانے کی ضرورت ہوتی ہے، اب یہ تو بہت بری بات ہے کہ کسی کو دھکا دے دیا، گالی دے دی مار دیا، خاص طور سے کمزور پر ظلم کرنا تو بہت بری بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر تم مجھے تلاش کرنا چاہتے ہو تو مجھے کمزور طبقہ میں تلاش کرو، آپ تو کمزور طبقہ کی مدد کرتے تھے یعنی کوئی بیوہ ہے، یتیم ہے، مسکین ہے، فقیر ہے اور بیچارا کسی اعتبار سے کچلا ہوا ہے دکھی ہے یا بیمار ہے، وہ کسی اعتبار سے کمزور ہے، آپ اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اچھی نظر سے دیکھیں، محبت کی نظر سے دیکھیں، کام کرسکتے ہوں تو اس کا کام کردیں، یہ چیز ایسی عظیم الشان ہے کہ آدمی کو اچھال دیتی ہے اور آدمی بہت ترقی کرتا ہے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ اتنی بڑی شخصیت ہیں جن کا سمجھنا ہمارے اور آپ کے لیے دشوار ہے، اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا ان سے کام لیا ہے، جدھر سے گزر جاتے تھے، وہاں ایمان کی باد بہاری چل جاتی تھی اور وہاں کے سارے کے سارے لوگ تائب ہوجاتے تھے، ایسی اللہ تعالیٰ نے ان کو صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ وہ کیا کرتے تھے بچپن کا حال بتا رہا ہوں: ان کا یہ حال تھا کہ ان کے علاقے میں جتنی بیوائیں تھیں، جتنے غریب لوگ تھے جو کام نہیں کرسکتے تھے، ان سب کا تنہا کام کرکے ان کے گھر پہنچاتے تھے۔ کہیں لکڑیاں نہیں تو لکڑیاں کاٹ کر ان کے گھر پہنچاتے تھے، سودا خرید کر لا کر دیتے تھے۔

(۲) دوسری بات حضرت مولاناؒ نے فرمائی کہ: حرام مال سے ہمیشہ بچتے رہنا، مشتبہ مال سے بھی بچنا، یہ مشکل کام ہے؛ لیکن اس سے بھی بچنے کی کوشش کرنا، جب جا کر وہ بات پیدا ہوگی، اب یہاں تو اٹھتے بیٹھتے حرام چل رہا ہے اور حرام کو حلال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، اس زمانے میں احتیاط کا عالم یہ تھا حضرت مولاناؒ نے خود لکھا ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو میری ایک کھلائی تھی (جو گود میں لے کر کھلاتی ہے)، تو وہ اپنے گھر ان کو کھلاتے ہوئے لے گئیں، گود میں وہ تھے وہاں ہندوؤں کے یہاں تیجا چل رہا تھا، اس کا کھانا چل رہا تھا، وہ غریب عورت تھی وہاں بیٹھ گئی کھانے کے لیے، مولاناؒ بچے تھے، ہاتھ بڑھایا کہ میں بھی کھالوں، تو انہوں نے کہا: تم نہ کھاؤ، یہ تمہارے لئے نہیں ہے۔ اب دیکھئے اس زمانے میں کھلائی اتنی اچھی ہوتی تھی کہ انہوں نے مولاناؒ کو وہاں کھانے نہیں دیا، حالانکہ ایسے میں بچے، بچے ہوتے ہیں؛ لیکن انہوں نے بھی بچایا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سب انتظام بچپن سے ہو رہے تھے، چڑھاوے کا مال تو اور زیادہ تاریک ہوتا ہے، یہ دل کو مردہ کردیتا ہے، چاہے قبر پر چڑھایا ہو یا کسی کے نام کا ہو اس سے پورا دل سیاہ ہوجاتا ہے، اس سے بہت ہی بچنے کی ضرورت ہے، پھر اگر سود کا ہو، رشوت کا ہو، کسی کا پیسہ مار رکھا ہو، کسی کی زمین ہڑپ رکھی ہو، اب وہ پیسہ حرام کا ہے، دیکھو! بھوکے رہ جاؤ اور پریشانی میں مبتلا رہو؛ لیکن حرام مال مت کھانا۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی کہ: صلہ رحمی کرتے رہنا، چاہے تمہارے رشتے دار تمہارے ساتھ کچھ بھی کریں، کیسے ہی برا سلوک کریں؛ لیکن تم ان کے ساتھ اچھا سلوک ہمیشہ کرتے رہو اور یہ حضرت مولاناؒ کا معمول تھا، یہ صرف باتیں نہیں ہیں، میں تو ایک ایسا واقعہ بھی جانتا ہوں، حضرت مولانا کے ایک رشتہ دار تھے، وہ ناراض ہوگئے تھے، حضرت مولاناؒ کے سامنے آ کر انہوں نے برا بھلا کہا، حضرت مولاناؒ کا یہ معمول تھا، بلکہ

میں تو یہ کہا کرتا تھا مذاق میں اپنے ساتھیوں سے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں ہدیہ ملے اور مٹھائی کھانے کو ملے تو مولاناؒ کے سامنے برا بھلا کہو، نہ ہدیہ اور مٹھائی ملے تو کہنا، یہ مولانا کا معمول تھا، یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے، حضرت مولاناؒ نے ایک لفافے میں سو روپے رکھے، ایک کپڑا، یہ سب ان کی خدمت میں جاتے وقت پیش کیا قبول فرمالیجیے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ ایک ان کا پڑوسی تھا، جو ان کو برا بھلا کہتا تھا، ہر وقت تو آپ اس کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے جس دن وہ برا بھلا کہتا تھا اس دن ہدیہ کچھ نہ کچھ جاتا تھا، ظاہر ہے کتنے دن برا بھلا کہتا، جب ہدیہ مل رہا ہے تو سمجھا حضرت تو بڑی محبت فرماتے ہیں تو اس نے برا بھلا کہنا چھوڑ دیا، امام صاحبؒ نے ہدیہ بھیجنا چھوڑ دیا، تو وہ حیرت میں پڑ گیا کہ بڑا عجیب معاملہ ہے، جب میں نے ان کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا تو انہوں نے ہدیہ دینا چھوڑ دیا، اس نے آکر امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ حضرت! یہ کیا ماجرہ ہے میں جب تک آپ کو برا بھلا کہتا تھا تو آپ ہدیہ بھیجتے تھے، جب سے میں نے آپ کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا، آپ نے ہدیہ دینا بند کردیا، امام صاحبؒ نے فرمایا: ”بھائی! تم جب برا بھلا کہتے تھے تو میں صبر کرتا تھا، میری جنت تم بنا رہے تھے اور تم کو، دنیا دیتا تھا، تم نے میری جنت کا نقصان کیا، میں نے تمہاری دنیا کا نقصان کیا۔

دیکھیے سوچ کیا تھی، ہماری سوچ الٹی ہے، اسی لئے ہمارے سارے کام بگڑ جاتے ہیں، اب ہماری کوئی برائی کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے تو اس کا نتیجہ کیا ہے؟ پتھر ہی پتھر ہو گئے ہیں ہر جگہ اور بھائی بھائی میں لڑائی، چچا بھتیجے میں لڑائی ہے، بلکہ ہمارے یہاں تو محاورہ ہے: ”چچا چور، بھتیجہ پاجی“ اتنی لڑائی ہوئی کہ محاورہ بن گیا 'چچا چور، بھتیجہ پاجی' اور یہ لغت میں لکھا ہوا ہے۔

کوئی خاندان ایسا ہے ہی نہیں جس میں بھائیوں میں محبت ہو، رشتے داروں میں الفت ہو، اگر قسم کھا کر کہوں تو غلط نہ ہوگا، تو ظاہر ہے برکت کہاں سے ہوجائے گی، تو حضرت مولاناؒ نے یہ تین چیزیں فرمائیں پتھر تو پہلے دل پر رکھنا پڑتا ہے۔

پہلے تنگی وسختی بعد میں خوشحالی وراحت

دیکھیے! ہمیشہ یاد رکھیے یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اصول ہے، تنگی پہلے خوشحالی بعد میں اور جو خوشحالی پہلے چاہتا ہے تو تنگی بعد میں آئے گی، جو چاہے فیصلہ کرلیں، اس لئے بچے جب محنت کرتے ہیں شروع میں تو ان کو کتنی مشقت ہوتی ہے، ہر وقت پڑھ رہے ہیں پڑھ رہے ہیں، نہ ٹہل سکتے ہیں نہ گھوم سکتے ہیں، تو وہ ترقی کر جاتے ہیں، جو ایسا نہیں کرتے ہیں، بلکہ یار بازی کرنا شروع کر دیتے ہیں، ٹہلنا شروع کر دیتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس وقت تو مزہ آتا ہے کہ کھا رہے ہیں، گھوم رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ استاذ کو بیوقوف بنا دیا اور گھر والوں کو چکر میں رکھا؛ لیکن بس پانچ چھ سال اور اسکے بعد پھر پوری زندگی پریشان ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا﴾ عسر کے بعد یسر ہے۔ رشتے داروں کا ہم خیال رکھیں مگر اللہ کے لئے، معاملہ ہر جگہ نیت کا ہے، نیت نہ پھسلے، نیت عجیب چیز ہے، یہ پارے کی طرح پھسلتی ہے، اس کو اگر آپ نے تھرمامیٹر میں رکھ دیا پارا ایسا رک جائے گا کہ پھر بتا دے گا کہ کتنا بخار ہے؛ لیکن اگر آپ نے اس کو باہر نکال دیا تو پھر لینا مشکل ہے، آپ خود غور کرلیجیے آدمی کتنا بدلتا رہتا ہے، نیت کا تعلق دل سے ہے، دل دل بدلتا ہے، ادھر ادھر بھاگتا رہتا ہے، تو اس کے نتیجے میں نیت بھی بھاگتی رہتی ہے، تو ظاہر ہے جب نیت آپ کی بھاگتی رہے گی تو ہوگا کام کیسے۔ نیت پختہ ہونی چاہئے جو طے کرلیا تو کرلیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، ظاہر ہے اس کا کام کہیں رکنے والا ہے نہیں اور اس کی ترقی پر پابندی لگانے والا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ اس کو اقبال مندی عطا فرماتا ہے، مقبولیت عامہ اور تامہ نصیب فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے گا اور ساری دنیا کا محبوب بنے گا، وہ محبت اصلی ہوگی؛ لیکن یہ جو شہرت والی محبت ہوتی ہے یہ اصلی نہیں ہوتی ہے، بعض لوگوں کی شہرت ایک دم سے ہوتی ہے، جس کی شہرت جلدی ہوتی ہے تو وہ غائب بھی جلدی ہوتی ہے؛ لیکن جس کی شہرت دھیرے دھیرے بڑھتی ہے وہ بڑھتی چلی جاتی ہے، مگر اس راستے پر ہمیں اپنے آپ کو لگانا پڑے گا، جب ہم اپنے آپ کو اس راستہ پر لگائیں گے تو ہم ترقی کرتے چلے جائیں گے اور ہم کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

ہماری یہ خواتین اپنی نیتوں کو درست رکھیں، اپنے بچوں کو دینی تعلیم میں لگایا ہے تو یہ سمجھیں کہ ان کو ہم نے آب زم زم پینے کے لئے بھیج دیا ہے اور یہ ہمارے لئے لے کر بھی آئیں گے یعنی جب یہ خوب سیراب ہوجائیں گے، صحت مند اور توانا

ہوجائیں گے، تو ڈرم کے ڈرم بھر کے اپنے گھر والوں کے لئے لائیں گے اور گلاس میں تو بچ بچ میں لے جائیں گے، ہم تو جانتے ہیں بہت سے بچے چھوٹے ہیں: لیکن یہاں آکر اتنا سیکھ لیا ہے کہ اپنے گھر جا کر اپنے ماں باپ کو جو غلط راستے پر تھے، صحیح راستے پر لگا دیا، بہت سوں کو باقاعدہ میں جانتا ہوں گھر جا کر پیچھے پڑ گئے ہمارے استاذ نے یہ بتایا ہے آپ بھی ایسا کریئے۔

قرآن اور حدیث یہ سیکھ کر جائیں گے تب پورا گھر شفا پا جائے گا۔ ہر فرد صحت مند اور توانا ہوجائے گا، نہ اس کو کوئی بیماری ہوگی نہ اس کو کوئی پریشانی ہوگی؛ لیکن پہلے تو محنت کرنی پڑے گی، دل پر پتھر رکھنا پڑے گا کہ جی تو چاہ رہا ہے کہ میرا بیٹا ڈگری ہولڈر ہوجائے، I.A.S Officer بن جائے، فلاں فلاں بن جائے، وہ بھی منع نہیں ہے؛ لیکن اس میں بھی پانی لگا کر، اگر بلڈنگ آپ بنائیں تو اس میں بھی پانی دینا پڑے گا، چھت ڈالتے ہیں تو پانی دیا جاتا ہے اور چھت کے بن جانے کے بعد بھی پانی اوپر بھرا جاتا ہے تاکہ مضبوط سے مضبوط تر ہوجائے، مضبوط ہوجائے تو پھر ٹھیک ہے فائدہ اٹھاتے چلے جایئے۔

بس یہ چند باتیں ہیں، ان کو اگر ہم عمل میں لے آئیں اور واقعی اپنے دل و دماغ کو ٹھیک کر لیں تو آج بھی ہم کو اللہ تعالیٰ اونچے سے اونچا مقام عطا فرما سکتا ہے اور ایک بات آپ نہیں جانتے، بری نگاہیں بھی اس سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ایسا محبوب بندہ بن جاتا ہے تو بری نگاہیں بھی ٹکرا کر واپس چلی جاتی ہیں، حضرت مولاناؒ کے متعلق نہ جانے کیا کیا کوششیں، سازشیں کی گئیں؛ لیکن ہمت کسی کی نہیں پڑی کہ کوئی ان کے خلاف کچھ کردے، بات وہی تھی کہ حضرت مولاناؒ اس مقام پر پہونچ گئے تھے کہ اپنے تو اپنے تھے ہی، غیر بھی ہمت نہیں کر پاتے تھے کہ حضرت مولاناؒ کے سامنے آکر کچھ کہ سکیں، یہ بات اسی وقت پیدا ہوگی جب ان کے ماں باپ صحیح ہاجائیں اور ان کی سوچ، نیت بھی صحیح ہوجائے اور ہمارے بچے محنت سے پڑھیں اور اپنے وقت کو قیمتی بنا کر پڑھیں اور ان تمام چیزوں سے بچیں جو میں نے ابھی بتائی ہیں، موانع سے، حجابات سے، تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں اونچے سے اونچا مقام دنیا میں بھی عطا فرمائے گا اور آخرت میں جو ملنے والا ہے تو اس کا تصور تو کسی نے کیا ہی نہیں ہے، نہ آنکھوں نے دیکھا ہے، نہ دل میں اس کا خیال گزرا ہے، وہ تو وہیں ملے گا، اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

انصاف بک رہا ہے زر وسیم کے عوض

آغا شورشؔ کاشمیری

اس سرزمیں سے مہر و وفا کون لے گیا
اوج کمال و بخت رسا کون لے گیا

زلف بہار دوش خزاں پر بکھر گئی
سرو و سمن کی آب و ہوا کون لے گیا

غنچے خموش پھول پریشاں فضا اداس
لطف خرام باد صبا کون لے گیا

آنکھوں کو پاس شرع پیمبر نہیں رہا
چہروں سے آب وتاب حیا کون لے گیا

نقش و نگار چہرہ اسلاف مٹ گئے
وہ استوار عہد وفا کون لے گیا

انصاف بک رہا ہے زر وسیم کے عوض
ان حاکموں سے خوف خدا کون لے گیا

اندوہ گیں ہے انجمن نو بہار شعر
شورشؔ مرے سخن کی ادا کون لے گیا

☆☆☆☆☆

فقہ و فتاوی

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: حج کن لوگوں پر فرض ہے؟

جواب: حج ہر ایسے مسلمان پر فرض ہے جو آزاد، عاقل، بالغ اور تندرست ہو اور اس کے پاس بنیادی ضرورتوں کے علاوہ اتنا مال ہو کہ اپنی حالت اور حیثیت کے مطابق خانہ کعبہ آنے جانے کے خرچ اور زادراہ کے لئے کافی ہو، اس کے علاوہ جن متعلقین کا خرچ اس کے ذمہ واجب ہو ان کو دیا جاسکے، نیز راستہ مامون ہو اور عورت کے لئے محرم ہو۔ (فتح القدیر: ۳۱۰/۲)

سوال: جس سال حج فرض ہو تو کیا اسی سال حج کے لئے جانا ضروری ہے یا تاخیر کی بھی گنجائش ہے؟

جواب: حج جس سال فرض ہو، جس قدر ممکن ہو اسی سال حج کرلے بلا عذر تاخیر کرنے سے گناہ ہوگا البتہ اگر تاخیر کے بعد حج کرلیا جائے تو گناہ معاف ہوجائے گا۔ (زجاجۃ المصابیح: ۲۹/۲)

سوال: اگر کسی پر حج فرض ہوجائے، اس کے باوجود بلا کسی عذر کے حج نہ کرے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: استطاعت کے باوجود بلا عذر حج نہ کرنے والے والوں کے بارے میں حدیث میں سخت وعید آئی ہے اور ان کے خاتمہ بالخیر نہ ہونے کا اندیشہ ظاہر فرمایا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو یہودی ونصاریٰ سے تشبیہ دی ہے۔ (زجاجۃ المصابیح: ۹۵/۲)

سوال: حج نہ ادا کرنے والوں کو حدیث میں یہود ونصاریٰ سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حج نہ ادا کرنے والے کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہودی ونصاریٰ نماز پڑھتے تھے؛ لیکن حج نہیں کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ص/۳۸۶)

سوال: کسی نے اپنی لڑکیوں کی شادی نہ کی ہو تو کیا وہ حج کے لئے جاسکتا ہے؟

جواب: لڑکیوں کی شادی نہ ہونا حج کے فرض ہونے میں مانع نہیں ہے، جس پر حج فرض ہوگیا ہو وہ حج ادا کرنے کی کوشش کرے، خواہ لڑکیوں کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، حج تو ایک ایسا بابرکت عمل ہے جو گناہ کو بھی دور کرتا ہے اور فقر ومحتاجی کو بھی۔ (جامع ترمذی: حدیث/۸۱۰)

سوال: جو لوگ ملازمت کی غرض سے سعودی عرب جاتے ہیں اگر وہ وہیں سے حج کرلیں تو کیا حج ادا ہوجائے گا یا نہیں یا اپنے وطن سے جانا ضروری ہے؟

جواب: جو لوگ ملازمت کی غرض سے سعودی عرب جاتے ہیں اگر وہاں جاکر وہ حج کرلیں تو حج ادا ہوجائے گا، اس کے لئے اپنے وطن یا ملک سے مستقل طور پر جانا ضرور نہیں ہے، بلکہ شریعت اسلامی نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ خود حجاج حج کے موقع سے کچھ تجارت بھی کرسکتے ہیں۔ (احکام القرآن لابن عربی: ۱۳۶/۱)

سوال: ایک شخص پر حج فرض تھا؛ لیکن وہ حج کے لئے جا نہیں سکا، سوء اتفاق اس کا مال ضائع ہوگیا اب وہ کیا کرے؟

جواب: ایسے شخص کے لیے گنجائش ہے کہ وہ قرض لے کر حج ادا کرلے پھر قرض ادا کرنے کی کوشش کرے۔ (ردالمحتار: ۱۹۲/۲)

سوال: ایک شخص نے غربت کی حالت میں قرض حسنہ لے کر حج ادا کیا، اب وہ مالدار ہوگیا ہے، کیا اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہے یا غربت کی حالت میں کیا ہوا حج کافی ہوگیا؟

جواب: اگر غریب آدمی کسی طرح مکہ مکرمہ پہونچ گیا اور حج کرلیا اس کے بعد وہ شخص مالدار ہوگیا تو اس کے ذمہ سے حج ادا ہوگیا ہے، اب دوبارہ حج کے لئے جانا ضروری نہیں، بلکہ حالت غربت میں کیا ہوا حج کافی ہوگیا: "ولو حج الفقیر ثم استغنیٰ لم یحج ثانیا"۔ (ردالمحتار: ۳۳۲/۲)

سوال: ایک شخص کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ حج ادا کرسکتا ہے؛ لیکن اس کے پاس ذاتی مکان نہیں ہے، بلکہ کرایہ کا مکان لے کر رہ رہا ہے، رقم اتنی نہیں ہے کہ وہ حج بھی کرے اور مکان بھی بنائے، بلکہ یا تو حج کرسکتا ہے یا مکان بنا سکتا ہے، ایسی صورت میں کیا کرے؟

جواب: اس صورت میں پہلے حج ادا کرے، مکان بعد میں بھی بن سکتا ہے، بلکہ حدیث میں ہے کہ حج گناہ کو بھی دور کرتا ہے اور فقر ومحتاجی کو بھی، لہذا پہلے حج کرلے۔ (الدر المختار علی ردالمحتار: ۱۹۸/۲)

☆☆☆☆☆

خبر و نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

حرم مکی کا سب سے بڑا توسیعی منصوبہ

سعودی عرب کے مقدس ومعظم شہر مکہ مکرمہ کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس وقت شہر کی کل آبادی تیس لاکھ ہے تاہم اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۲۰۳۵ء تک یہ آبادی دوگنی ہوجائے گی، یہی نہیں بلکہ ہر سال دنیا بھر سے مکہ مکرمہ پہنچنے والے حاجیوں اور عمرہ زائرین کی تعداد بھی مسلسل بڑھ رہی ہے، اس صورت حال کے پیش نظر حرم مکی یعنی دنیا کی سب سے بڑی مسجد "مسجد حرام" کی توسیع کا ایک وسیع منصوبہ ترتیب دیا گیا ہے۔

سعودی فرماں روا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز "حرم مکی" کے سب سے بڑے توسیعی منصوبے کا ۲۶/اگست ۲۰۱۱ء کو سنگ بنیاد رکھ چکے ہیں، اس منصوبے کو شاہ عبداللہ نے "توسیع حرم" کا نام دیا۔ یہ منصوبہ مسجد حرام کی سب سے بڑی توسیع ہے جو تین لاکھ میٹر کے دائرہ پر محیط ہے، منصوبے میں حرم کے شمالی حصے میں تین گنبدوں اور دو میناروں کے ساتھ نئے بلاک، مسجد اور سروس اسٹیشن کو شمالی حصوں کے ساتھ ملانے کے لئے سرنگ کی تعمیر بھی شامل ہے، منصوبے کی تکمیل سے مسجد اور اس سے ملحقہ حصوں میں مزید بارہ لاکھ نمازیوں کی گنجائش پیدا ہوجائے گی۔

نئے توسیعی منصوبے میں کوڑے کچرے کو جلد از جلد اٹھانے اور اسے مناسب طریقے سے ٹھکانے لگانے کے لئے انتہائی جدید نظام کی تنصیب، حفاظت کی غرض سے نگرانی کا جدید ترین نظام اور مسجد کے صحن میں دھوپ سے بچنے کے لئے لگایا جانے والا جدید نظام بھی شامل ہے، توسیعی منصوبے میں صفا ومروہ کے درمیانی راستے مسعیٰ کو مسجد سے ملانے کے لئے متعدد پلوں کی تعمیر کا کام بھی شامل ہے، مزید یہ کہ مطاف کو بھی توسیع دی جارہی ہے۔

اس توسیعی منصوبے کے نگران اعلیٰ محمد الخوضیم کے مطابق صفا ومروہ کے درمیان ابھی ایک گھنٹے میں چوالیس ہزار لوگوں کے چلنے کی گنجائش ہے جسے اس حد تک بڑھایا جارہا ہے کہ اب ان راستوں سے ایک گھنٹے میں ایک لاکھ اٹھارہ ہزار افراد گزر سکیں گے۔ حاجیوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے سعودی عرب میں اربن ماس ریل ٹرانزٹ سسٹم بھی شروع کیا جارہا ہے، یہ منصوبہ تعمیری مراحل طے کررہا ہے اور امید ہے کہ ۲۰۱۳ء میں اس کا باقاعدہ آغاز وافتتاح ہوجائے گا۔

ترکی کا بین الاقوامی عدالت انصاف جانے کا فیصلہ

ترکی کا کہنا ہے کہ وہ اسرائیل کی جانب سے غزہ کی ناکہ بندی کو عالمی عدالت انصاف میں چیلنج کرے گا، واضح رہے کہ گذشتہ برس اسرائیل کی جانب سے غزہ کے لیے امداد لے جانے والے بحری جہاز پر حملے میں ترک باشندوں کی ہلاکت کے بعد سے دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی پائی جاتی ہے، ترکی کے وزیر خارجہ احمد داؤد اوغلو کا کہنا ہے کہ ترکی اقوام متحدہ کی اس رپورٹ کو تسلیم نہیں کرتا جس کے مطابق غزہ کی ناکہ بندی تحفظاتی اقدامات کے طور پر کی گئی ہے۔

یاد رہے کہ یہ بیان ایسے وقت میں آیا جب ترکی نے اسرائیل کے سفیر کو ملک سے نکال دیا، ترکی نے اسرائیل کے ساتھ فوجی تعاون بھی ختم کردیا ہے، ترکی کے سرکاری ذرائع ابلاغ کے مطابق غزہ کی ناکہ بندی کا معاملہ بین الاقوامی عدالت انصاف میں لے جانے کے بارے میں ترکی کے وزیر خارجہ کا کہنا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس معاملے کے بارے میں فیصلہ بین الاقوامی عدالت انصاف کو کرنے دیا جائے، انہوں نے مزید کہا کہ ترکی اس کے لیے ضروری قانونی کارروائی جلد ہی شروع کردے گا، بین الاقوامی عدالت انصاف ریاستوں کے مابین تنازعات کو حل کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی قائم کردہ عدالت ہے۔

اسرائیلی نائب وزیر خارجہ ڈینی ایالون کا اصرار ہے کہ ان کے ملک نے ایسا کچھ نہیں کیا جس پر معافی مانگی جائے اور اس نے ترکی کے ساتھ کشیدگی سے بچنے کے لئے جو ہوسکتا تھا کیا ہے، ان کا کہنا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترکی اپنی مرضی سے دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی بڑھانا چاہتا ہے، سرکاری ذرائع کے مطابق ان کا کہنا ہے کہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا، اب ہمیں ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے، عدم تعاون نہ صرف ہمیں بلکہ ترکی کو بھی نقصان پہنچائے گا، ادھر امریکی محکمہ خارجہ نے امید ظاہر کی ہے کہ ترکی اور اسرائیل اپنے تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کریں گے۔

براعظم افریقہ کی سطح پر مسابقہ قرآن کریم

سینیگال کے شہر داکار میں گذشتہ ماہ براعظم افریقہ کی سطح پر منعقد کئے جانے والے مقابلہ برائے حفظ قرآن کریم کے پروگرام ایک عظیم الشان جلسہ عام کی شکل میں اختتام پذیر ہوئے۔

واضح رہے کہ سارے افریقی ملکوں پر مشتمل اس عظیم الشان "مسابقۃ القرآن الکریم" کا انعقاد سعودی عرب کے ولی عہد سلطان بن عبدالعزیز کی خصوصی توجہ اور مالی تعاون سے کیا گیا تھا، اس مقابلہ میں شامل انعام کے حقدار حفاظ کرام سے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی نے امیر سلطان بن عبدالعزیز کی نمائندگی کرتے ہوئے خطاب کیا اور امیر سلطان بن عبدالعزیز کا یہ پیغام پہنچایا کہ سعودی عرب ساری دنیا میں قرآن مجید کے پیغام کو عام کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتا ہے اور ان شاء اللہ اس پروگرام کو ہر سال افریقہ کے کسی نہ کسی ملک میں منعقد کر کے اس میں شامل ہونے والوں کو گراں قدر انعامات سے نواز جائے گا تاکہ افریقی مسلمانوں میں قرآن مجید کے ساتھ تعلق کو مزید مضبوط کیا جاسکے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے اسلام اور قرآن مجید کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کا جواب دیا جاسکتا ہے۔

ترک وزیر اعظم کا صومالیہ کا دورہ اور عالم برادری سے خصوصی امداد کی اپیل

ترک وزیر اعظم رجب طیب اردگان نے صومالیہ پہنچنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ مشرقی افریقہ کا انسانی المیہ مہذب اقوام کے لئے ایک کڑی آزمائش ہے، انہیں اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا پڑے گا اور دنیا کے سامنے اس کا عملی مظاہرہ کر کے دکھانا پڑے گا کہ انہیں انسانی اقدار واقعی عزیز ہیں، انہوں نے کہا کہ صومالیہ اس وقت جن حالات سے گزر رہا ہے اگر مہذب اقوام اپنے اعلان شدہ اصول سے واقعی لگاؤ رکھتی ہیں تو ان حالات میں انہیں مدد کے لئے آگے آنا چاہئے ورنہ دنیا یہ سمجھے گی اور وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگی کہ یہ مغرب کا کھوکھلا نعرہ ہے۔

رپورٹ کے مطابق ترک وزیر اعظم پچھلے ماہ جب موغادیشو پہنچے تو وہاں ان کا زبردست استقبال کیا گیا، ہوائی اڈے پر اور شہر میں جوش وخروش کا ایک عجیب عالم تھا، جگہ جگہ لوگ ترک پرچم لئے ہوئے نظر آرہے تھے، ترک وزیر اعظم ایک بڑے وفد کے ساتھ یہاں پہنچے تھے جس میں ان کی کابینہ کے چار وزیروں کے علاوہ تاجر اور خدمت خلق کے کام کرنے والے سماجی کارکنان بھی شامل تھے اور ان کی اہلیہ بھی اس وفد کا حصہ تھیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گذشتہ ۲۰ر برسوں میں کسی افریقی غیر ملکی سربراہ کا صومالیہ کا یہ پہلا دورہ تھا، یاد رہے کہ صومالیہ افریقہ کے ان چند ملکوں میں سے ایک ہے جو قحط واقلاس سے بری طرح متاثر ہوا ہے، لاکھوں افراد اس کی وجہ سے اپنا گھر بار چھوڑ چکے ہیں اور لاکھوں اس کا انتظار کر رہے ہیں، بیماریاں الگ پھیل رہی ہیں جن سے اموات بھی عام ہو رہی ہیں۔

ترک وزیر اعظم نے موغادیشو میں پناہ گزینوں کے ایک کیمپ کا دورہ کیا تو ان کے ہمراہ ان کی اہلیہ بھی تھیں، انہوں نے مصیبت زدگان کی مدد کے لئے امداد کا اعلان کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ان کا ملک مصیبت زدگان کی مدد کے لئے خود بھی کوشاں ہے اور عالمی برادری کو بھی اس کی طرف متوجہ کراتا ہے، اس موقع پر انہوں نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں، انہیں تسلیاں دیں، ان کے ہمراہ کچھ وقت بھی گزارا، انہوں نے کہا کہ صومالیہ کے حالات غیر معمولی طور پر خراب ہیں اور فوری توجہ کے مستحق ہیں۔

واضح رہے کہ اس سے دو دن پہلے ترکی نے او آئی سی کا اجلاس بھی طلب کیا تھا، یہ ہنگامی اجلاس صومالیہ اور مشرقی افریقہ کے دیگر قحط زدہ ملکوں کے حالات پر غور کرنے اور ان کے سلسلے میں کوئی لائحہ عمل طے کرنے کے لئے طلب کیا گیا تھا، جس میں صومالیہ کے لئے ۳۵۰ ملین ڈالر کی امداد کا فیصلہ کیا گیا تھا، اس موقع پر ترک وزیر اعظم نے کہا کہ ان کا ملک قحط کی صورت حال سے صومالیہ کو نکالنے کوشش کر رہا ہے، بلکہ وہ دہشت سے بھی اس کو باہر لانے پر غور کر رہا ہے، انہوں نے کہا کہ ان کے ملک نے صومالیہ حکومت اور 'الشباب' دونوں کے ساتھ رابطہ قائم کر رکھا ہے، انہوں نے کہا کہ سرکاری امداد کے علاوہ غیر سرکاری فلاحی تنظیمیں بھی اپنے طور پر امدادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، اور اب تک ترکی سے غیر سرکاری تنظیموں کے توسط سے پانچ ٹن غلہ صومالیہ پہنچایا جاچکا ہے، امداد کے لیے اپلیں جاری کی جاچکی ہیں، ترکی کی تاجر برادری بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے اور مختلف کاروباری تنظیمیں اپنے طور پر بھی اس میں مصروف ہیں۔

☆☆☆☆☆

کاروان علم و دعوت

امت مسلمہ خیر خواہ امت

ندوۃ العلماء کا وفد بھٹکل میں

محمود حسن حسنی ندوی

بھٹکل میں ایک وقت میں تین پروگرام تھے، تاریخ پہلے ۲۳، ۲۴ر مئی ۲۰۱۱ء طے ہوئی تھی، پھر صدر رابطہ ادب اسلامی (شعبہ برصغیر وممالک شرقیہ) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی مشغولیات کے پیش نظر ۲، ۳ جون کردی گئی، حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمات اصلاح ودعوت وجہاد پر کل ہند مسابقہ مضمون نگاری طلبہ کے لئے رکھا گیا تھا، اس میں جو طلبہ مستحق انعام قرار پائے انہیں بھی اسی موقع پر مدعو کیا گیا اور "مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اوپن یونیورسٹی" کا آغاز، اس کے زسری شعبہ "علی پبلک اسکول" کا قیام اور یونیورسٹی کے بلاک نمبر(۱) "مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی بلاک" کا افتتاح، حالانکہ صدر محترم کی صحت اس قابل نہیں تھی کہ وہ کوئی طویل مسافت کا سفر کرسکیں؛ لیکن مولانا محمد الیاس ندوی نے جوکہ یونیورسٹی کے بانیوں میں اور رابطہ ادب اسلامی کے مقامی کنوینر ہیں، پورا زور لگا دیا کہ حضرت کی ضرور تشریف آوری ہوجائے، آخر بھوپال کے راستہ چند گھنٹے توقف کرتے ہوئے پروگرام بنا، مولوی منصور حسنی اور مولوی امین حسنی بھی ساتھ تھے۔

گوا میں میوات کے اہل تعلق ٹرین پر ساتھ ہوئے، مولوی منصور ندوی میواتی اور ان کے والد تھے، مولوی ایوب اور راشد جیلانی وغیرہ بھوپال سے ساتھ ہوگئے تھے اور لکھنؤ سے ہم لوگ دس نفر تھے، اہل بھٹکل نے بھٹکل اسٹیشن پر عشاء کے بعد پرتپاک خیر مقدم کیا۔

بھٹکل کوئی ضلع یا شہر نہیں، کرناٹک ریاست کے ضلع کاروار کا تعلقہ ہے، جس کی کل آبادی پونے دو لاکھ اور مسلم آبادی ساٹھ ہزار ہے، ۸۷ مساجد ہیں خاص بھٹکل میں آٹھ جمعہ مساجد ہیں، مجلس اصلاح وتنظیم یہاں کا اہم سماجی ادارہ ہے، عصری تعلیمی ادارہ انجمن حامی مسلمین ہے، دینی تعلیمی ادارہ جامعہ اسلامیہ ہے، ان تینوں اداروں کے تحت بھٹکل شہر گردش کرتا ہے، قضا کا نظام بڑا قدیم ہے، جس سے مسلمانان بھٹکل جہاں کہیں ہوں پورے طور سے جڑے ہوتے ہیں، انجینئرنگ کالج قدیم عصری تعلیمی ادارہ ہے اور بہت پرفضا مقام پر واقع ہے، بھٹکل کا موسم سرد اور گرم دونوں ہوتا ہے، مگر نہ زیادہ سرد نہ زیادہ گرم، بارش آخر مئی سے شروع ہوجاتی ہے اور خوب ہوتی ہے، ناریل سے اس علاقہ کو خاص مناسبت ہے، غذا میں ہر چیز میں اس کی خوشبو مل ہی جائے گی، ساحل سمندر پر یہ خطہ تین طرف سے سمندر کے گھیرے میں ہے اور پھر پانچ ندیاں جو بھٹکل سے ۴۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر گنگولی میں سمندر میں ضم ہوتی ہیں، یہ منظر اس علاقہ کے حسن میں اور اضافہ کرتا ہے، اس طرح بھٹکل جزیرہ نہ ہوتے ہوئے بھی جزیرہ ہے، پہلے بہت گھوم کر یہاں داخل ہونا پڑتا تھا، اب یہاں پہاڑوں کو کاٹ کر کوکن ریلوے نے مسافت بہت کم کردی ہے۔

مولانا سید محمد رابع ندوی بلاک کا افتتاح اور علی پبلک اسکول کا آغاز

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اسلامک اوپن یونیورسٹی کے مولانا سید محمد رابع ندوی بلاک کا سنگ بنیاد ۲۰ر جمادی الاول ۱۴۳۱ھ مطابق ۵ر مئی ۲۰۱۰ء کو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے رکھا تھا اور افتتاح ۲۹ر جمادی الثانی مطابق ۲ر جون ۲۰۱۱ء کو حضرت مولانا مدظلہ نے ہی کیا، ۳ر جون ۲۰۱۱ء کو اس کے ابتدائی تعلیمی مرحلہ کے طور پر "علی پبلک اسکول" (A.P.S.) کا افتتاح اور باقاعدہ تقریب ہوئی، جس میں پہلے مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی نے جوکہ اس ادارے کے بانی ہیں، تمہیدی خطاب میں پس منظر اور احوال وکوائف سے واقف کرایا اور مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے خطاب کے بعد صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کا خطاب ہوا، آپ نے فرمایا کہ:

"مولانا محمد الیاس ندوی نے اپنے حوصلہ، ہمت اور عزم کی بنیاد پر جو کام پیش کیا، وہ آپ لوگوں کے سامنے ہے، اس کی مزید شرح کی ضرورت نہیں، دین اسلام نے انسانیت کو خیر خواہی کے راستہ پر چلنے کے جو طریقے بتائے ہیں ان کو سب کے سامنے لاتا ہے اور ہمارے جو مسلمان بھائی اس کو نہیں سمجھتے ہیں ان کے سامنے بھی لاتا ہے کہ یہ خیر خواہ امت ہے اور یہ خیر خواہ امت کے افراد ہیں، تعلیم اس کا بڑا اہم ذریعہ

ہے، تعلیمی نظام اختیار کرکے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے، جن عزائم ومقاصد کے ساتھ یہ یونیورسٹی قائم کی جارہی ہے ان پر یہ پوری اترے گی، اس کی ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے پوری امید ہے اور ہم دعا بھی کرتے ہیں"۔

حضرت مولانا نے ان کے کام کو سراہا، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اکیڈمی جس کے وہ بانی ہیں، اس کے تحت یہ یونیورسٹی اور تعلیمی نظام قائم کیا ہے، افتتاح کے چند دنوں کے بعد باقاعدہ داخلے شروع ہوئے۔

دیگر پروگرام اور ملاقاتیں

بھٹکل میں رابطۂ ادب اسلامی کے سمینار میں موضوع کی اہمیت کے پیش نظر جتنے مہمانوں کی آمد کی توقع تھی، وہ پوری نہ اتری، اس کا بڑا سبب ریزرویشن کا نہ ملنا تھا، البتہ مالدیپ کے وزیر جناب عبدالمجید کی آمد نے اس سمینار کو ملکی سطح سے بھی بلند کردیا تھا۔

بھٹکل کے پروگراموں میں ایک پروگرام ملاقاتوں کا بھی رہا، بدرالحسن المعلم مرحوم کی ایک سڑک حادثہ میں شہادت نے پورے بھٹکل کو چند دنوں پہلے ہلا کر رکھ دیا تھا، وہ بڑے فعال اور خیر کے کاموں میں حصہ لینے والے تھے، مولانا مدظلہ اور ان کے رفقاء تعزیت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادے سے تعزیت کی، حادثہ میں دو بیٹیاں اور داماد بھی شہید ہوگئے تھے۔

ڈاکٹر علی ملپا صاحب بھٹکل کی ایک بزرگ اور صاحب نسبت شخصیت ہیں، ان سے ملاقات وزیارت کے لئے حضرت مولانا مدظلہ ضرور تشریف لے جاتے ہیں، اس بار بھی اس پر عمل ہوا اور وہ خود بھی کئی بار ملنے کے لئے آئے۔

رفقاء سفر میں مولوی سید سبحان ندوی بھٹکلی کے مکان پر بھی جانا طے تھا، انہوں نے بڑا اہتمام کر رکھا تھا، کچھ دیر حضرت اور ہم سب لوگ وہاں رہے، وہاں سے مولانا عبدالعزیز ندوی بھٹکلی کے مکان پر مولانا مدظلہ اور ہم سب گئے، بعض جگہوں پر خود حضرت نہ جاسکے، دوسرے حضرات گئے، منکی میں مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کو وہاں کے قاضی مولوی شکیل ندوی جمعہ کے خطاب کے لئے لے گئے، مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء نے جامع مسجد بھٹکل میں خطاب فرمایا، وہاں خطیب مولانا عبدالباری ندوی مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل ہیں اور نوائط کالونی کی مسجد میں مولانا انصار خطیب ندوی نے راقم الحروف سے تقریر کو کہا، حضرت مولانا نے جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، مولانا خواجہ معین الدین اکرمی ندوی مستورات سے خطاب کے لئے راقم کو مرکزی دارالقضاء لے گئے جو خلیفہ مرکزی مسجد سے متصل ہے، معلوم ہوا کہ ان کے والد شاہ حامد صاحب نسبت بزرگ تھے اور ان سے قبل شاہ محمد اسماعیل سلسلۂ فردوسیہ میں مجاز طریقت تھے اور یہاں کے قاضی بھی، خواجہ معین الدین ندوی کو ان کے والد نے اپنا مجاز وخلیفہ بنایا، اس طرح یہ سلسلۂ سلوک بھٹکل میں جاری ہے۔

ہمارے خاندان کے افراد میں مولانا عمار حسنی ندوی اور مولانا سید عمیر حسینی ندوی بھی پروگرام میں شرکت کے لئے آگئے تھے، ان دونوں کے ساتھ منصور اور امین بھی مختلف جگہوں پر گئے۔

سب سے اہم پروگرام "علی پبلک اسکول" کا افتتاح تھا، اس کے افتتاح کی ایک تقریب جمعرات ۲؍جون کو بعد نماز عصر ہوگئی تھی؛ لیکن باقاعدہ تقریب جمعہ کو بعد نماز عصر ہوئی، جس میں مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی نے بڑے جذباتی انداز میں مشکلات اور کامیابیوں کی روداد سنائی اور پھر مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کا خطاب ہوا، آخر میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے خطاب فرمایا اور انہی کی دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی، یہ عظیم تعلیمی کام دیکھ کر بھی متاثر تھے اور تعمیری کام دیکھ کر بھی ان کے حوصلہ کی داد دے رہے تھے، داخلے بعد میں شروع ہوں گے۔ اسی سے یونیورسٹی کا آغاز ہے اور نمونہ کا اسکول قائم کرکے دوسروں کے لئے اس کا راستہ آسان کرنا ہے تاکہ عصری تعلیم میں جانے والے بچوں کا ایمان وعقیدہ خراب نہ ہو اور دین سے ان کا رشتہ ہمیشہ قائم رہے یہی دعوتی مقصد مولانا الیاس ندوی کے پیش نظر ہے اور اسی کا انہوں نے اظہار کیا، اس کے لئے جو نصاب انہوں نے تیار کیا ہے وہ "اسلامیات" کا ایسا نصاب ہے جو کالج اور اسکول میں پڑھنے والے بچوں کو دیندار بنانے کے لئے مؤثر اور مفید ہے۔

بھٹکل سے سیدھے ۴؍جون کو شام میں کنور (کیرالا) کے لئے روانہ ہوئے، وہاں کولم پھر کائم کولم کے پروگرام پورے کرنے کے بعد منگلور واپس آئے اور وہاں سے ہم سب کی براہ ممبئی لکھنؤ واپسی ہوئی۔

صدر محترم کا اختتامی خطاب

بھٹکل میں "اسلامی ادب میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت" پر سمینار میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے صدارتی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مذہب مخالف جذبہ کسی دوسری قوم وملت میں چل سکتا ہو اسلام میں نہیں چل سکتا، ملت اسلامیہ کو ایسا مذہب دیا گیا جو پوری زندگی پر محیط ہے، یہ زندگی کا اس کے ہر موقع پر ساتھ دیتا ہے کہ مسلمان اپنے دنیاوی منافع کے ساتھ اپنے مذہب پر عمل کرسکتا ہے؛ لیکن مسلمانوں کو مذہب سے بیزار کرنے اور زندگی سے اس کا رشتہ کاٹنے کی جس طرح لٹریچر کے ذریعہ کوشش کی جارہی تھی اور اس سے اچھے اچھے لوگ متاثر ہورہے تھے، اس کے مقابلہ کے لئے رابطۂ ادب اسلامی عالمی کا قیام عمل میں آیا تاکہ یہ ثابت کردیا جائے کہ مذہب زندگی کی ضرورت ہے اور یہ طریقہ ہے زندگی کو انسانیت نواز بنانے کا اور یہ طریقہ ہے انسانیت کی تعمیر کا، یہ اسلامی ادب ہماری زندگی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، ادب وہ نہیں جو مذہب سے بیزار کردے، جو انسانیت کو حیوانیت میں مبتلا کرے، ادب وہ نہیں کہ اس کو پڑھ کر شوق ہو کہ ہم جرم کریں، شرم کو بالائے طاق رکھ دیں، بے حیا بن جائیں، فسق وفجور میں مبتلا ہوجائیں جیسے ایک لڑکے نے جرم کیا اور دوسرے کو زدوکوب کرکے مار ڈالا، اس سے پوچھے جانے پر اس نے کہا کہ ٹیلی ویژن پر ہم یہ دیکھتے تھے سوچا کہ خود یہ عمل کرکے دیکھیں کیا ہوتا ہے، خراب سے خراب چیز کو جس طرح مزین کرکے پیش کیا جارہا ہے، یہ ایک تخریبی ذریعہ ہے، رابطہ ادب اسلامی کی یہ کوشش ہے کہ ادب کو تخریب سے تعمیر کی طرف لایا جائے"۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کا دوسرا اہم خطاب جامعہ اسلامیہ بھٹکل کی وسیع وعریض جامع مسجد میں ہوا، اس سے قبل تقسیم انعامات کا پروگرام بھی ہوا اور رابطہ ادب اسلامی بھٹکل شاخ کی طرف سے مسابقہ مضمون نگاری میں اول، دوم، سوم انعامات مشترک دیئے گئے، بھٹکل کے سمیع اللہ ندوی اور حافظ احمد رضی کو اول انعام، سید محمد امین حسنی ندوی اور فراز کوثر ندوی کو دوم انعام ملے، تیسرا انعام بھی مشترک تھا جس میں مدرسۃ العلوم الاسلامیہ علی گڑھ کا ایک طالب علم تھا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس کے بعد اپنے خطاب میں فرمایا کہ:

"ابھی آپ نے دیکھا کہ جس کا تعلق دین سے اور اللہ ورسول سے ہے؛ وراسی میں انہوں نے محنت کی، اس پر انہیں انعامات دیئے گئے، کوئی شخص تقویٰ والی زندگی گزارے اور اس میں کمال پیدا کرے، وہ نبی تو نہیں ہوسکتا بڑے سے بڑا ولی ہوسکتا ہے، صلاحیت سے کام لینے پر توجہ کی جائے، ہمیں مسلمانوں کی فکر زیادہ اس لئے ہے کہ وہ خیر امت ہیں، دوسری قوموں کی ذمہ داری ان پر ہے، دوسری امتوں کے مقابلہ اس امت کی ذمہ داری بڑی ہے، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھی ہے اور اس پر نعمتیں ملتی ہیں، ہم پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ ہم خود صحیح زندگی گزاریں، دوسرے یہ کہ دوسروں کو صحیح زندگی گزارنے والا بنائیں، انعامات سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور صلاحیت بڑھتی ہے، ان صلاحیتوں کا ہم استعمال کریں گے تو ہمیں اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیابی ملے گی"۔

جلسہ کا اختتام مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے خطاب اور دعا پر ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆ تاریخ دعوت وعزیمت (حصہ پنجم)

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

احیاء دین، اشاعت کتاب وسنت، اسرار ومقاصد شریعت کی توضیح وتنقیح، تربیت وارشاد اور ہندوستان میں ملت اسلامی کے تحفظ اور تشخص کے بقا کی اُن عہد آفریں کوششوں کی روداد، جن کا آغاز حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے اخلاف وخلفاء کے ذریعہ ہوا۔

☆ تفسیر ماجدی (جلد اول)

از مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

(تفسیر ماجدی کی نئی تقسیم)

۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء کے ایڈیشن سے اس تفسیر کو قرآن مجید کی منزلوں کے اعتبار سے منقسم کرکے شائع کیا جارہا ہے، اس لئے اب ہر جلد ایک منزل پر مشتمل ہوگی، اس طرح تفسیر ماجدی ان شاء اللہ سات جلدوں میں مکمل ہوگی۔

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN
PERFUMERS
EXPORTERS & IMPORTERS
Tayyab Shamama — طیب شمامہ
Shamama Abid Special — شمامہ عابد اسپیشل
Amber Abid — عنبر عابد
Mushk Amber — مشک عنبر
Attar Hena — عطر حنا
Attar Gulab — عطر گلاب
Attar Keora — عطر کیوڑہ
Attar Motia — عطر موتیا
Attar Zafran — عطر زعفران
Rooh Khus — روح خس
Jannatul Firdaus — جنت الفردوس
Majmua — مجموعہ
Kannauj-209725 (U.P.)
Tel. : 05694-234445, 234725, Fax : 234388
Mobile : 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail : mymykannauj@yahoo.co.in

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

R.U. KHAN
MOBILE : 9335916892, 9415001164
ACE LABEL WORLD
We help make brands!
Manufacturers Quality Woven Labels, Monograms And Tags
3, VIDHAN SABHA MARG, HAZRAT GANJ, LUCKNOW-01 (U.P.) INDIA

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph. 23460220-23468708

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

0522-2618629
09415028247
09919091462
Mohd. Zubair
Mohd. Salman
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
menmark
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر: ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date ________ باسمہ تعالیٰ تاریخ ________

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دارالاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید دارالاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہوسکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کرسکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا،

وما ذلک علی اللہ بعزیز.

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین خالدی	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء	معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

A/C NO. 10863759733 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.